نظام خلافت کیا ہے؟

- **نظامِ خلافت** 'اللہ تعالیٰ کی حاکمیت مطلقہ کے اعلان و اقرار اور قرآن و سنت کی غیر مشروط بالادستی کے عملی نفاذ کا نام ہے۔
- **نظامِ خلافت** 'اسلامی ریاست کے ہر شہری 'مسلم ہو یا غیر مسلم' کی جان و مال عزت و آبرو کی حفاظت کی ضمانت دیتا ہے۔
- **نظامِ خلافت** 'اسلامی ریاست کے ہر شہری کی بنیادی ضروریات یعنی غذا 'لباس' رہائش' علاج و تعلیم وغیرہ کا ذمہ دار ہے۔
- **نظامِ خلافت** 'تمام کائنات اور انسانوں کے خالق و مالک کے ابدی پیغام کو تمام دنیا کے انسانوں تک پہنچانے کا اہتمام کرتا ہے۔
- **نظامِ خلافت** 'اسلامی ریاست کے تمام شہریوں کو فوری عدل و انصاف فراہم کرنے کا ضامن ہے۔
- **نظامِ خلافت**' میں مردوں اور عورتوں کے الگ الگ دائرہ کار معین ہیں۔ یہ نظام عورت کو پورا اختیار دیتا ہے کہ اللہ اور رسولؐ کی قائم کردہ ستر و حجاب کی حدود کو پیش نظر رکھتے ہوئے بوقت ضرورت کاروبارِ حیات میں شرکت کر سکے۔
- **نظامِ خلافت** 'عورتوں کی عزت و ناموس کا محافظ اور حقوق نسواں کا پاسبان ہے۔
- **نظامِ خلافت** 'نہ صرف یہ کہ تمام انسانوں کی تعلیم و تربیت کا خصوصی اہتمام اس نقطۂ نگاہ سے کرتا ہے کہ وہ اپنے مقصد حیات سے آگاہ ہوں' بلکہ اس کے مطابق ان کی رہنمائی اور مدد بھی کرتا ہے۔
- **نظامِ خلافت** 'مسلمانوں کے دلوں میں جذبۂ جہاد کی روح بیدار کرنے کا ضامن بھی ہے تاکہ حزب الشیطان کے حملوں کا مؤثر جواب دیا جا سکے۔

خلاصہ کلام :

نظامِ خلافت کا قیام وقت کی اہم ترین ضرورت ہے!

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖۤ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا (القرآن)

ترجمہ: اور اپنے اوپر اللہ کے فضل کو اور اس کے اس میثاق کو یاد رکھو جو اس نے تم سے لیا جبکہ تم نے اقرار کیا کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی

جلد : ۵۰

شمارہ : ۷

ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ

جولائی ۲۰۰۱ء

فی شمارہ ۱۰ روپے

سالانہ زرتعاون ۱۰۰ روپے

ماہنامہ

میثاق

لاہور

مدیر مسئول

ڈاکٹر اسرار احمد

ادارہ تحریر

حافظ عاکف سعید

حافظ خالد محمود خضر

سالانہ زرتعاون برائے بیرونی ممالک

☆ امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا' نیوزی لینڈ 22 ڈالر (800 روپے)

☆ سعودی عرب' کویت' بحرین' قطر' عرب امارات 17 ڈالر (600 روپے)

بھارت' بنگلہ دیش' افریقہ' ایشیا' یورپ' جاپان

☆ ایران' ترکی' اومان' مسقط' عراق' الجزائر' مصر 10 ڈالر (400 روپے)

ترسیل زر: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور رجسٹرڈ

مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن' لاہور 54700' فون 03-02-5869501

فیکس: 5834000 ای میل: anjuman@tanzeem.org

ویب سائٹ ایڈریس: www.tanzeem.org

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی: 67-گڑھی شاہو' علامہ اقبال روڈ' لاہور

فون: 6316638-6366638 فیکس: 6305110

ای میل: markaz@tanzeem.org

پبلشر: ناظم مکتبہ مرکزی انجمن طابع: رشید احمد چوہدری مطبع: مکتبہ جدید پریس (پرائیویٹ) لمیٹڈ

مشمولات

❁ **عرض احوال** ______ ۳

حافظ عاکف سعید

❁ **تذکرہ و تبصرہ** ______ ۷

سود کا خاتمہ اور نفاذ شریعت ۔ دینی جماعتوں کے لئے لمحہ فکریہ

ڈاکٹر اسرار احمد

❁ **اسلامی معاشرت** ______ ۱۳

اسلام میں عورت کا مقام (۴) ڈاکٹر اسرار احمد

❁ **فکر و نظر** ______ ۳۷

آیت اللہ خمینی کا انقلاب ایران اور پاکستانی علماء کے

اسلامی انقلاب کے دعوے — ایک تقابلی جائزہ

سید عبدالصمد پیرزادہ

❁ **منہاج المسلم** (۱۶) ______ ۵۷

صحابہ کرامؓ کی محبت اور ان کی افضلیت پر ایمان

علامہ ابوبکر الجزائری

❁ **یادِ رفتگاں** ______ ۷۵

خوش درخشید ولے شعلۂ مستعجل بود نعیم اختر عدنان

❁ **افکار و آراء** ______ ۷۸

جنرل پرویز مشرف کے نام ایک کھلا خط

ابوالحبیب صافی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض احوال

''متحدہ مجلس عمل'' کا قیام......ایک مستحسن قدم!

چند روز قبل اخبارات میں جلی انداز میں شائع ہونے والی یہ خبر نہایت خوش آئند تھی کہ ملک کی چھ بڑی دینی جماعتوں نے ''متحدہ مجلس عمل'' کے نام سے ایک نئے اتحاد کے قیام کا اعلان کر دیا ہے جو ملک میں اسلامی جمہوری نظام کے قیام کے لئے مل جل کر جدوجہد کرے گی۔ اخباری ذرائع کے مطابق یہ فیصلہ مولانا شاہ احمد نورانی کی زیر صدارت ملی یکجہتی کونسل کی رکن چھ جماعتوں کے سربراہی اجلاس میں کیا گیا جس میں قاضی حسین احمد' مولانا فضل الرحمٰن' مولانا سمیع الحق' پروفیسر ساجد میر اور علامہ ساجد نقوی نے شرکت کی۔ اجلاس کے بعد ایک مشترکہ اعلامیہ میں اسلامی جمہوری نظام کے لئے جدوجہد کا اعلان کیا گیا جبکہ ۷۳ء کا آئین بحال کرنے اور مسئلہ کشمیر کو اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق حل کرنے کا بھی مطالبہ کیا گیا۔ ہماری جانب سے اس خبر کا فوری خیر مقدم درج ذیل پریس ریلیز کی صورت میں کیا گیا جو امیر تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی طرف سے جاری کیا گیا تھا:

''ملک میں اسلامی نظام کے قیام کے لئے چھ دینی جماعتوں کا اتحاد انتہائی خوش آئند امر ہے۔ میں اس اتحاد کو خوش آمدید کہتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ یہ مستحکم اور پائیدار بنیادوں پر قائم رہے۔ اگر یہ اتحاد اسلام کے عادلانہ نظام کے قیام اور شریعت کے حکیمانہ و منصفانہ احکامات کی تنفیذ میں موثر کردار ادا کر سکے تو ملک و قوم ہی کے لئے نہیں عالمی ملت اسلامیہ کے لئے بھی نہایت خوش بختی کا باعث ہوگا۔ اس لئے کہ پوری دنیا اس وقت یہود کے وضع کردہ سودی سرمایہ داری نظام کے زیر تسلط ہے جو بدترین استحصالی نظام ہے۔ اس کا توڑ صرف اور صرف اسلام کا عادلانہ نظام ہے جو رحمۃ للعالمین ﷺ کے واسطے سے نوع انسانی کو عطا ہوا۔ اس مبارک موقع پر میں ملک کے تمام دینی عناصر سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس اتحاد سے ہر ممکن تعاون کریں تاکہ وطن عزیز پاکستان اپنی حقیقی منزل یعنی نفاذ اسلام کے قریب سے قریب تر ہو سکے''۔

تاہم بعد میں جو صورت حال سامنے آئی وہ زیادہ حوصلہ افزا نہیں تھی۔ چنانچہ امیر تنظیم نے گزشتہ روز اپنے خطاب جمعہ میں اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا:

''متحدہ مجلس عمل'' کے نام سے چھ دینی جماعتوں کا اتحاد ایک مستحسن قدم ہے اور دعا کی جانی چاہئے کہ یہ مستقبل میں پائیدار اور مستحکم ثابت ہو' لیکن ابتداء ہی میں شریک جماعتوں کی طرف سے اختلافی آراء کا سامنے آنا نیک شگون نہیں۔ جناب ساجد میر کا کہنا ہے کہ یہ ایک

خالص دینی اتحاد ہے جبکہ قاضی حسین احمد نے اسے سیاسی اتحاد قرار دیا ہے۔ اسی طرح اس اتحاد میں شامل ایک اہم جماعت جمعیت علمائے اسلام نے بلدیاتی انتخابات کا سختی سے بائیکاٹ کیا ہے لیکن جماعت اسلامی ان انتخابات میں ڈٹ کر حصہ لے رہی ہے۔ ان حالات میں مناسب ہو گا کہ ساجد میر کے مؤقف کے مطابق یہ اتحاد اپنی سرگرمیوں کو صرف دینی معاملات تک محدود رکھے اور باہمی اختلافات سے گریز کرے۔ اگر اس اتحاد میں شامل جماعتوں میں یونہی باہم اختلاف رہا تو یہ بیل کیسے منڈھے چڑھے گی؟ بہر حال ہمیں اس اتحاد سے اچھی امید رکھنی چاہئے کیونکہ ملک میں اسلام کے عادلانہ و منصفانہ نظام کے قیام کے لئے دینی جماعتوں کی متحدہ جدوجہد ضروری ہے۔ اگر یہ جماعتیں خلوص و اخلاص کے ساتھ کوشش کریں تو متحد ہو کر ملک کو ظالمانہ نظام سے نجات دلا سکتی ہیں اور ملک میں شرعی قوانین کی تنفیذ کے لئے حکومت پر زور ڈال کر ملک سے سود اور جاگیرداری کی لعنت کے خاتمہ میں تاریخی کردار ادا کر سکتی ہیں"۔

مسئلہ کشمیر کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے امیر تنظیم نے فرمایا کہ صدر و چیف ایگزیکٹو پرویز مشرف کی طرف سے مسئلہ کشمیر پر اتفاق رائے کی غرض سے بلائی گئی کانفرنس میں جن جماعتوں نے شرکت کا فیصلہ کیا ہے میں ان کی رائے کو درست سمجھتا ہوں۔ کیونکہ اس وقت اس مسئلے پر پرویز مشرف کے ہاتھ مضبوط کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے' تاکہ پاک بھارت متوقع مذاکرات میں بھارت کو معلوم ہو کہ پاکستانی صدر کو عوامی حمایت حاصل ہے۔ تاہم اس موقع پر پورے کشمیر کی آزادی کی بات کرنے والے نہیں جانتے کہ یہ پاکستان کی خودکشی کے مترادف ہے کیونکہ اس صورت میں ہمیں گلگت' بلتستان' شاہراہ ریشم اور آزاد کشمیر سب سے محروم ہونا پڑے گا۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کشمیر کی تقسیم کا اصولی فیصلہ شاید اسی طور پر ہو چکا ہے جیسا کہ میں ایک عرصے سے تجویز دیتا آ رہا ہوں کہ موجودہ آزاد کشمیر کو مستقل پاکستان کا حصہ بنا دیا جائے اور کشمیر کے ہندو اکثریتی علاقے بھارت میں ضم کر دیئے جائیں اور صرف وادی کی حد تک استصواب کرا لیا جائے اور انہیں تھرڈ آپشن بھی دے دیا جائے۔ نظر ایسا آ رہا ہے کہ اب جو مذاکرات ہونا ہیں وہ صرف وادی کا سٹیٹس طے کرنے سے متعلق ہیں۔ اس ضمن میں بھی درست راستہ یہ ہو گا کہ وادی کے رہنے والوں سے بھارت یا پاکستان کے ساتھ الحاق کے حوالے سے رائے شماری کرائی جانی چاہئے۔ البتہ اگر وہ خود آزاد رہنے کے حق میں ووٹ دیں تو اس پر بھی غور کیا جا سکتا ہے۔ ایسی صورت میں دنیا میں موجود ایک چھوٹی سی ریاست "اینڈورا" کی مثال سے بھی رہنمائی حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں جو آزاد ہونے کے باوجود مشترکہ طور پر دو پڑوسی ممالک سپین اور فرانس کے زیر انتظام ہے۔

ملکی، ملی اور بین الاقوامی حالات پر امیر تنظیم اسلامی کا تبصرہ

خطاباتِ جمعہ (مسجد دارالسلام لاہور) کے پریس ریلیز کے آئینے میں

☆

۱۵ر جون کا خطابِ جمعہ

سپریم کورٹ کے اپیلٹ بنچ کی طرف سے سودی نظام کے خاتمے کے لئے ایک سال کی مزید مہلت دیئے جانے کا معاملہ انتہائی افسوس ناک اور صدمے کا مقام ہے۔ سود سے چھٹکارے کی منزل کا اس قدر قریب آ کر اس طرح دور ہو جانا فی الواقع قومی سطح پر ہماری بدقسمتی سے کم نہیں۔ البتہ یہ نئی صورت حال دینی جماعتوں کے لئے بھی ایک آزمائش ہے اور اب دینی جماعتوں کے لئے متحد ہو کر انقلاب کی راہ اختیار کرنے کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں کیونکہ ان حالات میں سودی نظام کا قانونی و آئینی راستے کے ذریعے خاتمہ بہت مشکل نظر آتا ہے۔ سودی نظام کے یکسر خاتمے کے ضمن میں حکومت کی مجبوریوں کو اگر درست تسلیم بھی کر لیا جائے تو سودی نظام کے خاتمے کا جائزہ لینے کے لئے حکومت ہی کی قائم کردہ مالیاتی کمیٹی کی رپورٹ شائع کرنے میں کیا رکاوٹ ہے؟ لہٰذا اس کمیٹی کی رپورٹ کو فوراً منظر عام پر لایا جائے۔

کشمیر کے معاملے میں حکومت کی طرف سے لچک اختیار کرنے کی بات حقیقت پسندانہ سوچ کی آئینہ دار ہے بشرطیکہ کشمیر کا مسئلہ کچھ لو کچھ دو کے اصول پر طے کیا جائے۔ لیکن صورت حال جو رخ اختیار کرتی نظر آ رہی ہے وہ نہایت تشویش ناک اور ناقابل قبول ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ امریکہ گلگت اور بلتستان سمیت پورے کشمیر پر مشتمل ایک آزاد ریاست کے قیام کے اپنے پرانے ایجنڈے کو پورا کرنے پر تلا ہوا ہے تاکہ یہاں اپنے فوجی اڈے قائم کر کے چین کا گھیراؤ کر سکے۔ لہٰذا پاکستانی عوام کو اس صورت حال کے خلاف مجسم احتجاج بن جانا چاہئے۔ دوسری طرف امریکہ چین کے مسلم اکثریتی

علاقے سنکیانگ میں جہادی تحریکوں کے ذریعے تحریک شروع کرانے کا شوشہ بھی چھوڑ رہا ہے تاکہ چین کو پاکستان سے دور کیا جا سکے۔ ان حالات میں پاکستانی حکومت اور عوام کو انتہائی سمجھ داری کا مظاہرہ کرتے ہوئے امریکہ کے عزائم کو ناکام بنانے کے لئے حکمت عملی تیار کرنا ہوگی۔

فلسطین میں اگرچہ اس وقت عارضی سیز فائر کی کیفیت ہے لیکن یہ مسئلہ خاموشی سے حل ہونے والا نہیں ہے بلکہ یہاں جلد ہی جنگ کی بھٹی دہکنے والی ہے جس کا حل صرف امت مسلمہ کے اتحاد اور مسلمانانِ عالم کی طرف سے فلسطینی عوام کی زوردار حمایت میں مضمر ہے۔

۲۲/ جون کا خطاب جمعہ

جنرل پرویز مشرف کے صدر بننے سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ ہم اہل پاکستان سیاسی اعتبار سے تاحال ایک نابالغ قوم ہیں' کیونکہ جس بے ڈھنگے انداز میں عہدہٗ صدارت پر قبضہ کیا گیا ہے دنیا کے کسی ملک میں بھی اس کی مثال نہیں ملتی۔ پاکستان کی تاریخ میں اب تک واحد مثال نواز شریف کی تھی جنہیں تمام اختیارات اپنی ذات میں جمع کرنے کا ''ہوکا'' تھا لیکن پرویز مشرف اپنے سر پر چار ٹوپیاں سجا کر سب پر بازی لے گئے ہیں۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ اب تو صرف دعا ہی کی جا سکتی ہے کہ پرویز مشرف کے اس اقدام سے اللہ کوئی خیر برآمد کردے اور ملک و ملت کو اس کا خمیازہ نہ بھگتنا پڑے۔

گورنمنٹ کالج کے نصاب میں لادینی نظریات کی آمیزش پر میرے ایک حالیہ بیان پر کالج کے ان اساتذہ نے تمام الزامات کی تحریری تردید کی ہے جنہیں ان معاملات کا ذمہ دار قرار دیا جا رہا ہے۔ لہٰذا میں اس معاملے میں اعلان براءت کرتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کرتا ہوں کہ وہ کسی عوامی ہنگامہ آرائی سے پہلے ہی ان معاملات کی مناسب تحقیقات کا انتظام کرے اور کالج کے نصاب کو خرافات اور ان معاملات کے ذمہ دار عناصر سے پاک کرنے کا بندوبست کرے۔

****

تذکرہ و تبصرہ

سود کا خاتمہ اور نفاذِ شریعت

دینی جماعتوں کے لئے تحریک چلانے کا سنہری موقع

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد

کے ۲۵ مئی کے خطاب جمعہ کی تلخیص

موجودہ حکومت سودی معیشت کے خاتمے میں ابتداء ہی سے لیت ولعل سے کام لے رہی تھی، چنانچہ حال ہی میں سپریم کورٹ کے شریعت اپیلیٹ بنچ کے یکم جولائی سے سودی نظام کے خاتمے کے فیصلے کے خلاف یو بی ایل کے ذریعے نظر ثانی کی اپیل بھی کر دی گئی ہے۔ اس سے پہلے مرکزی وزیر مذہبی امور کا بھی بیان آیا تھا کہ ہم سپریم کورٹ سے مزید مہلت مانگ سکتے ہیں۔

تاہم حکومت کے اس اقدام پر کراچی سے آنے والی یہ خبر انتہائی خوش آئند ہے کہ دینی جماعتوں کے ایک اجلاس میں فیصلہ کیا گیا ہے کہ اگر ۳۰ جون تک سودی معیشت کے خاتمے کا کام مکمل نہ ہوا تو پھر ہم مل جل کر تحریک چلائیں گے۔ یہ بہت خوش کن اطلاع ہے۔

اس اجلاس میں جن سربراہان نے شرکت کی وہ بہت اہم ہیں۔ جمعیت علمائے اسلام کے دونوں دھڑوں کے سربراہ مولانا فضل الرحمٰن اور مولانا سمیع الحق شریک ہوئے۔ یہ دونوں گروپ پختون علاقے میں کافی سیاسی اثر ورسوخ رکھتے ہیں۔ سود کے معاملے میں ان دونوں کا ایک اجلاس میں موجود ہونا میرے نزدیک بہت خوش آئند ہے۔ اسی طرح مولانا شاہ احمد نورانی جو بریلوی مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہیں وہ بھی عظیم دینی و سیاسی پس منظر کے حامل ہیں۔ انہوں نے کبھی حق کا دامن نہیں چھوڑا۔ ان کے والد مولانا عبدالعلیم صدیقی کی یورپ، جنوبی افریقہ اور جزائر غرب الہند میں بہت نمایاں تبلیغی خدمات ہیں۔ اس اعتبار سے

نورانی میاں کی اس اجلاس میں شرکت بہت اہمیت کی حامل ہے۔ قاضی حسین احمد فی الواقع ملک کی ایک بڑی دینی جماعت کے سربراہ ہیں۔ ان کی شرکت کی اہمیت ظاہر و باہر ہے۔ اگر یہ چاروں جماعتیں کچھ اور جماعتوں کو ملا کر ایک متحدہ محاذ بنا کر جدّوجُہد کریں تو میرے نزدیک یہ سود کے خاتمے اور ملک میں نفاذِ شریعت کے عمل کو آگے بڑھانے کا ایک سنہری موقع ہوگا۔ پھر شاید اس کا دوبارہ موقع نہ ملے۔

اس کے بعد لاہور ہی میں اسی مسئلے پر دوسرا اجلاس ہوا جس میں مولانا سرفراز نعیمی اور لیاقت بلوچ سمیت نو جماعتوں کے نمائندے شریک تھے۔ تنظیم اسلامی کے نمائندے کی حیثیت سے میں بھی وہاں حاضر تھا۔ وہاں میں نے شرکاء کے سامنے کچھ نکات رکھے تھے۔ میں نے کہا:

حاضرین گرامی! پاکستان کی چون سالہ تاریخ میں دو باتیں نمایاں رہی ہیں۔ ایک یہ کہ یہاں سیاست وحکومت پر ایک تثلیث کا غلبہ رہا ہے۔ قیامِ پاکستان کے کچھ عرصہ بعد ہی سے بیوروکریسی‘ فوج اور سیاست دان یعنی وڈیرے میوزیکل چیئر گیم کی طرح یکے بعد دیگرے اس ملک کے اقتدار پر قابض رہے ہیں۔ دوسری نمایاں چیز جو ذرا پس منظر میں ہے وہ یہ ہے کہ سیکولر ذہن رکھنے والے لوگ اور دینی جماعتوں میں ابتداء ہی سے ایک کشمکش مستقل طور پر چلی آ رہی ہے۔

ہوا یہ ہے کہ ہمارا حکمران طبقہ یعنی فوج‘ بیوروکریٹ یا وڈیرے مغربی استعمار کے تربیت یافتہ ہونے کے باعث سیکولر ذہنیت کے حامل رہے ہیں۔ جبکہ دوسری طرف دینی و مذہبی جماعتوں کی کوشش رہی ہے کہ اسلام کو غلبہ حاصل ہو جو تحریک پاکستان کا منطقی تقاضا تھا۔ کیونکہ ’’پاکستان کا مطلب کیا۔ ’’لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ‘‘ ہی وہ واحد مقصد تھا جس کے لئے ہندوستان بھر کے مسلمانوں نے قربانیاں دی تھیں۔

پاکستان بننے کے بعد سے اب تک سیکولر طبقات اور دینی جماعتوں کے درمیان موجود کشمکش تین ادوار سے گزری ہے۔ پہلا دور وہ ہے جب دینی طبقات نے خالص دینی معاملہ پر مطالباتی تحریک چلائی۔ یہ مولانا مودودی کی ملک کے آئین میں اسلامی دفعات کی شمولیت

کی تحریک تھی۔ چونکہ یہ تحریک کشمکشِ اقتدار سے الگ رہتے ہوئے خالص دینی مطالبے پر مشتمل تھی اس لئے نہ صرف تمام دینی مکاتب فکر اور عوام نے اس کا ساتھ دیا بلکہ مسلم لیگ کے بہت سے لوگوں نے اس کی حمایت کی۔ چنانچہ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ قرارداد مقاصد منظور ہوگئی۔ یہ وہ وقت تھا جب پوری دنیا میں سیکولرازم کا ڈنکا بج رہا تھا لیکن دنیا کے اس واحد ملک میں قرارداد مقاصد کی صورت میں اللہ کی حاکمیت کا اقرار و اعلان کر دیا گیا ۔

سروری زیبا فقط اُس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آزری!

بعد ازاں ملک کی بدقسمتی کا آغاز اس وقت ہوا جب لاہور میں پہلا مارشل لاء لگا اور بیورو کریسی نے غلام محمد کی صورت میں اقتدار سنبھال لیا۔

اس کے بعد اسلامی دستور کے تقاضے نے پھر زور پکڑا اور ۱۹۵۶ء میں بائیس متفقہ نکات کے نتیجے میں اسلامی دفعات پر مشتمل دستور بنا۔ لیکن سیکولرازم کے سب سے بڑے نمائندے امریکہ نے ۱۹۵۸ء میں ایوب خان کے ذریعے مارشل لاء لگوا دیا اور یوں دستور کی بساط لپیٹ دی گئی۔ اس کے بعد ملک میں دینی طبقات کی جدوجہد کا دوسرا دور شروع ہوا۔ اس دور میں ملک کے سیکولر اور مذہبی عناصر نے بحالیٔ جمہوریت کے عنوان سے تحریک چلائی جس میں دینی عناصر کے کارکنوں کا کردار ہی نمایاں تھا۔ البتہ اس تحریک کا نتیجہ یہ ہوا کہ بھٹو کی صورت میں جمہوریت تو آگئی لیکن دینی جماعتوں کے ہاتھ کچھ نہ آیا۔

اس کے بعد بھٹو کے خلاف تحریک چلی جسے بعد میں نظام مصطفیٰ تحریک کا نام دے دیا گیا۔ اس موقع پر بھی سیکولر و مذہبی عناصر دوبارہ اکٹھے ہوگئے۔ اس تحریک میں بھی سب سے زیادہ طاقت مذہبی عناصر کی تھی جن کے پاس مسجد میں اجتماعات نماز و جمعہ کی صورت میں سب سے زیادہ سٹریٹ پاور تھی۔ اس تحریک کا نتیجہ بھی ضیاء الحق کے مارشل لاء کی صورت میں نکلا۔ گویا دینی جماعتوں اور دین کو کچھ فائدہ حاصل نہ ہوا۔ بلکہ دینی جماعتوں کی محنت کا فائدہ جنرل ضیاء نے اٹھایا اور اسلام کا نعرہ لگا کر گیارہ برس تک حکومت کی۔ اس موقع پر بہت سے دینی عناصر نے جنرل ضیاء سے تعاون کی غلطی بھی کی۔ البتہ اس دوران ایک جماعت جے یو

پی (نورانی گروپ) کو یہ کریڈٹ حاصل ہے انہوں نے ضیاء الحق کے ساتھ نہ کوئی مفاہمت کی اور نہ ہی کراچی کی لسانی تحریک کا ساتھ دیا۔

البتہ اس دوسرے دور میں دو خالص دینی و مذہبی تحریکیں بھی چلیں۔ ایک قادیانیوں کے خلاف ''تحریک ختم نبوت'' جس کی قیادت ایک غیر سیاسی شخصیت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کے ہاتھ میں تھی۔ چونکہ یہ تحریک خالص غیر سیاسی تھی لہٰذا ایک خالص سیکولر شخص بھٹو کے ہاتھوں خالص آئینی اور دستوری سطح پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوا کر اس تحریک نے بڑی کامیابی حاصل کی۔ دوسری تحریک "قانونِ توہینِ رسالت" کی کامیاب ہوئی۔

ان دونوں تحریکوں میں بھی نمایاں بات یہ ہے کہ ان میں سیکولر عناصر شامل نہ ہوئے تھے۔ ان دونوں تحریکوں میں دوسری مشترک بات یہ تھی کہ ان کا دین کے اعتقادی پہلو سے تو تعلق تھا لیکن عملی پہلو سے تعلق نہ تھا۔ البتہ دین کے عملی پہلو کے اعتبار سے اس عرصے میں ایک موقع آیا جب دینی جماعتوں کی تحریک چلنی چاہئے تھی لیکن دینی قیادت اس میں ناکام ہوگئی' جس کے لئے وہ اللہ کے سامنے جواب دہ ہوگی۔ یہ موقع وہ تھا جب ایک منکر حدیث غلام احمد پرویز کے مشورے پر ایوب خان نے غیر اسلامی عائلی قوانین نافذ کر دیئے۔ اگرچہ ان قوانین کو تمام مسالک کے چوٹی کے علماء نے غیر اسلامی قرار دیا لیکن تحریک نہ چلائی' حالانکہ ہمارے پڑوسی ملک بھارت کی حکومت کو بھی آج تک مسلمانوں کے عائلی قوانین کو چھیڑنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ مشہور واقعہ ہے کہ کلکتہ ہائی کورٹ نے شاہ بانو کیس میں سابق شوہر کو پابند کیا کہ وہ مطلّقہ کو دوسرے نکاح تک ورنہ عمر بھر نان نفقہ دے گا۔ حالانکہ از روئے دین مطلّقہ کا نان نفقہ صرف عدت تک ہے۔ بھارتی عدالت نے قانون نہیں بدلا تھا صرف اس میں اضافہ کیا تھا' لیکن ہندوستان کے تمام دینی طبقات اور مسلمان اس معاملے پر مجتمع ہو گئے۔ جلوس نکلے' جانیں دیں' جیلوں میں گئے' لاٹھیاں کھائیں اور بالآخر راجیو گاندھی کو لوک سبھا سے یہ قانون بنوانا پڑا کہ ہندوستان کی کوئی عدالت مسلمانوں کے فیملی لاز میں دخل اندازی نہیں کر سکتی۔

بھارت کے مجبور و بے کس مسلمانوں کے مقابلے میں ہم پاکستانی مسلمانوں کا اس معاملے میں طرزِ عمل انتہائی افسوس ناک ہے کہ یہاں کوئی تحریک نہ چلی۔ حتیٰ کہ جنرل ضیاء جو

گیارہ سال اسلام کا نام الاپتے رہے اور جنہوں نے فیڈرل شریعت کورٹ بنائی انہوں نے بھی ان قوانین کو فیڈرل شریعت کورٹ کے دائرۂ اختیار سے باہر رکھا۔ میرے نزدیک یہ ایک بہت بڑا جرم تھا جو دینی قیادت سے سرزد ہوا۔

بہرحال جنرل ضیاء کے بعد نواز شریف اور بے نظیر کا گاؤ آمد و خر رفت کا سلسلہ شروع ہو گیا اور اب ایک بار پھر حکمران طبقے کی مثلث کا ایک مستقل ضلع یعنی فوج سامنے آ گئی ہے اور اقتدار پر براجمان ہے۔ یہ دینی جماعتوں اور سیکولر قوتوں کی کشمکش کا تیسرا دور ہے۔ اس دور میں قدرت نے ایک بار پھر دینی قیادت کو دین کی خدمت اور ماضی میں عائلی قوانین کے خلاف تحریک نہ چلانے کی عظیم غلطی کا داغ دھونے کا موقع فراہم کیا ہے۔ یہ معاملہ سود کا ہے۔ اس معاملے پر سیکولر اور دینی طبقات میں واضح پولرائزیشن ہو گی کیونکہ سیکولر طبقات بینک انٹرسٹ اور کمرشل انٹرسٹ کو ربا تسلیم نہیں کرتے لہٰذا ظاہر بات ہے کہ یہ لوگ اس تحریک میں شامل نہ ہوں گے۔

میرے نزدیک یہ عظیم موقع ہے کہ جب دینی جماعتیں بہت ہی مضبوط پچ پر ہیں۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ ان کی پشت پر ہے جسے جنرل ضیاء نے شائع کرنے سے روک دیا تھا۔ لیکن میں نے ضیاء صاحب کو قائل کر کے اسے شائع کروایا تھا' بعد ازاں اس رپورٹ کو فوراً ہی مارکیٹ سے غائب کر دیا گیا۔ مختصر یہ کہ جنرل ضیاء نے عائلی قوانین کی طرح فیڈرل شریعت کورٹ پر ایک دوسری پابندی لگائی تھی کہ دس سال تک مالی معاملات بھی اس کی دسترس سے باہر ہیں۔ البتہ دس سال گزرنے کے بعد فیڈرل شریعت کورٹ نے تمام طبقات کے دلائل سن کر بینک اور کمرشل انٹرسٹ کو ربا قرار دے دیا۔ لیکن اس وقت کی نواز شریف حکومت نے اس فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل دائر کر دی جس کے باعث نو سال تک یہ معاملہ سرد خانے میں پڑا رہا' تاہم کچھ لوگوں کی کوششوں سے سپریم کورٹ کے شریعت اپیلیٹ بنچ کا فیصلہ آیا جس میں عدالت عظمیٰ نے فیڈرل شریعت کورٹ کے فیصلے کو نہ صرف برقرار رکھا بلکہ موجودہ فوجی حکومت کو یکم جولائی ۲۰۰۱ء سے سودی نظام کے خاتمے کا پابند بھی کیا۔ موجودہ فوجی حکومت جو آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کی وفاداری میں تمام حدود

قیود پھلانگنے کو تیار ہے اس نے یکم جولائی سے پہلے ہی ان اداروں کی خوشنودی کی خاطر عدالت عظمیٰ میں یو بی ایل کے ذریعے نظر ثانی کی اپیل کرا دی ہے۔

سود کے خاتمے کا معاملہ تمام دینی طبقات کے نزدیک متفق علیہ ہے۔ لہٰذا حکومت کے اس اقدام پر دینی جماعتوں کی متحدہ تحریک وقت کی اہم ضرورت ہے۔ تاہم دینی جماعتوں کو یہ بات بھی پیش نظر رکھنا ہوگی کہ سود کے خاتمے کا مقابلہ صرف اندرونِ ملک سیکولر قوتوں اور دینی جماعتوں کے درمیان ہی نہیں ہوگا بلکہ اسلام دشمن عالمی استعماری قوتیں بھی ان کے مقابلے میں آئیں گی اور ہوسکتا ہے کہ وہ حکومت پر دباؤ ڈالیں کہ سود کی مخالفت کرنے والی دینی قوتوں کو طاقت سے کچل دیا جائے۔ لہٰذا دینی جماعتوں کو نہ صرف متحدہ محاذ قائم کرنا ہوگا بلکہ اس کے لئے نہایت منظم اور مضبوط قدموں کے ساتھ تحریک چلانا ہوگی۔ اس موقع پر عالمی شیطانی قوتیں مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کا داؤ بھی آزما سکتی ہیں تاکہ دینی طبقات کی کوئی متحدہ قوت وجود میں نہ آئے۔ مولانا سلیم قادری کا قتل اسی سازش کا حصہ معلوم ہوتا ہے۔ دینی جماعتوں کو اغیار کی اس سازش کو ناکام بنانے کے لئے باہم دست و گریباں ہونے سے بچنے کی حتی الامکان کوشش کرنا چاہئے۔

امیر تنظیم اسلامی نے اس موقع پر حاضرین اجتماع جمعہ کے سامنے قرارداد پیش کی جس میں کہا گیا کہ یہ اجتماع یو بی ایل کے ذریعے سود سے متعلق عدالتی فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ میں نظر ثانی کی اپیل داخل کرنے کے حکومتی اقدام کی شدید مذمت کرتا ہے۔ قرارداد میں حکومت سے یہ مطالبہ بھی کیا گیا کہ سود کے خاتمے سے متعلق قائم کئے گئے مالیاتی کمیشن کی رپورٹ شائع کی جائے اور اس رپورٹ کے متفقہ امور کو فی الفور نافذ کیا جائے۔ امیر تنظیم نے ملک بھر کے مسلمان کھاتے داروں سے اپیل کی کہ وہ یو بی ایل کی تمام شاخوں سے احتجاجاً اپنے اکاؤنٹ ختم کر دیں۔ تمام حاضرین جمعہ نے ہاتھ اٹھا کر ان قراردادوں کی تائید کی۔

(موضوع کی اہمیت کے پیش نظر امیر محترم کا یہ مکمل خطاب جمعہ ان شاء اللہ العزیز آئندہ شمارے میں ہدیہ قارئین کیا جائے گا)

اسلام میں عورت کا مقام(۴)

ڈاکٹر اسرار احمد' امیر تنظیم اسلامی
مرتب : شیخ جمیل الرحمٰن مرحوم

خواتین کا احرام اور چہرے کا پردہ

حج و عمرہ کے احرام میں عورت کا چہرہ کھلے ہونے سے جو دلیل پکڑی جاتی ہے اس کے بارے میں ایسے حضرات و خواتین کو ایک اصول جان لینا چاہئے کہ استثنائی حالات کے احکام کو کلیات پر منطبق نہیں کیا جا سکتا۔ احرام کی حالت میں چہرہ کھلا رکھنے کی ایک استثنائی اجازت یا چہرہ ڈھانپنے یا دستانے پہننے کی ممانعت حدیث میں وارد ضرور ہوئی ہے۔[۱] لیکن اس سے چہرے کے پردے کا بالکلیہ انکار کر دینا انتہائی غیر معقول طرزِ فکر ہے۔ میں اس ضمن میں آپ کو بتاتا ہوں کہ حجاب کا حکم آنے کے بعد روز مرہ کی عادت کا یہ اثر تھا کہ دورِ رسالت میں خواتین غیر اختیاری طور پر بھی حالتِ احرام میں چہرے کے پردے کا اہتمام کیا کرتی تھیں۔ چنانچہ حجۃ الوداع کے سفر کے متعلق سنن ابی داوٗد میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے :

((كَانَ الرُّكْبَانُ يَمُرُّوْنَ بِنَا وَنَحْنُ مُحْرِمَاتٌ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِذَا حَاذَوْا بِنَا سَدَلَتْ إِحْدَانَا جِلْبَابَهَا مِنْ رَأْسِهَا عَلٰى وَجْهِهَا، فَإِذَا جَاوَزُوْنَا رَفَعْنَاهُ)) [۲]

"قافلے ہمارے پاس سے گزرتے تھے اور ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ احرام باندھے ہوئے ہوتی تھیں۔ جب قافلے ہمارے سامنے آتے' ہم بڑی چادر سر کی طرف سے چہرے پر لٹکا لیتیں اور جب وہ گزر جاتے تو ہم اس کو اٹھا دیتیں!!"
(ایک روایت میں آخری لفظ "كَشَفْنَاهُ" آیا ہے)

اس حدیث میں جو لفظ جلباب (بڑی چادر) آیا ہے اس کی تشریح و توضیح اسی سورۃ کی آیت ۵۹ میں آپ کے سامنے آئے گی' جس کا بیان میں اب شروع کر رہا ہوں۔

گھر سے باہر نکلنے کے احکام

جب گھر میں قرار پکڑنے کے اور حجاب کے احکام آ گئے اور عورت کا اصل دائرۂ کار گھر متعین ہو گیا تو یہ سوال پیدا ہوا کہ اگر کسی تمدنی ضرورت سے گھر سے باہر نکلنا ہو تو کیا کیا جائے۔ بڑا اہم اور بنیادی سوال ہے۔ اس کے حل کے لئے آیت ۵۹ میں احکام دیئے جا رہے ہیں۔ فرمایا:

﴿ یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۝﴾

"اے نبیؐ! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور اہل ایمان کی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے پلو لٹکا لیا کریں۔ یہ زیادہ مناسب طریقہ ہے تاکہ وہ پہچان لی جائیں اور ستائی نہ جائیں' اور اللہ غفور و رحیم ہے۔"[۳]

اس آیت میں نبی اکرم ﷺ سے خطاب کر کے بشمول ازواج و بناتِ النبی رضی اللہ عنہن تمام اہلِ ایمان کی خواتین کے لئے باہر نکلنے کی صورت میں حجاب (پردے) کے لئے واضح طور پر ہدایات دی جا رہی ہیں۔ یعنی اس سورہ مبارکہ کی آیات ۳۲' ۳۳ میں نبی اکرم ﷺ کی ازواجِ مطہرات کو براہِ راست خطاب کر کے جو احکام دیئے گئے تھے ان کے خصوص کو اَلْقُرْآنُ یُفَسِّرُ بَعْضُهٗ بَعْضًا کے اصول کے مطابق عمومیت دے دی گئی اور اس طرح واضح کر دیا گیا کہ یہ احکام تمام مسلمان خواتین کے لئے ہیں۔

اب یہاں "جلباب" کے لفظ کو اچھی طرح سمجھ لیجئے۔ عربی میں جلباب اس بڑی چادر کو کہتے ہیں جو پورے جسم کو ڈھانپ لے اور چھپا لے۔ ظہور اسلام سے قبل عرب کے اعلیٰ اور شریف خاندانوں کی خواتین عموماً جب باہر نکلتیں تو اس طرح کی چادر لپیٹ کر نکلتی تھیں۔ یہ جلباب شریف خاندانوں کی خواتین کے لباس کا جزو ایامِ جاہلیت میں بھی تھا۔ قرآن مجید میں اس میں یہ اضافہ کیا گیا کہ اس کا ایک حصہ بطورِ گھونگھٹ چہرے پر لٹکا لیا جایا کرے۔ اس طرح چہرے کا پردہ شروع ہوا' جس کی تفصیل احادیث میں آئی ہے کہ اس حکم کے نازل ہونے کے بعد ازواجِ مطہرات' بناتُ النبیؐ اور تمام مؤمن خواتین باہر

نکلتے وقت چادر کو اس طرح اوڑھا کرتی تھیں کہ پورا سر' پیشانی اور پورا چہرہ چھپ جاتا تھا' اور صرف ایک آنکھ کھلی رہ جاتی تھی۔

میں نے اس کی عملی تصویر خود دیکھی ہے۔ اسلامی شعائر کی پابند تمام ایرانی خواتین میں اس دور میں بھی یہ چیز بکمال و تمام موجود ہے۔ وہ ایک بڑی سی چادر اوڑھتی ہیں جو ان کے ٹخنوں تک آئی ہوتی ہے یا اس سے تھوڑی سی اونچی' جو ان کے جسم کو پوری طرح ڈھانپے ہوئے ہوتی ہے۔ کیا مجال ہے کہ ان کے جسم کا کوئی حصہ بھی نظر آجائے اور چہرے پر بھی وہ چادر کو اس طریقے سے پکڑتی ہیں کہ ایک آنکھ کھلی رہ جاتی ہے جس سے وہ راستہ دیکھ لیں' باقی سارا چہرہ پوشیدہ رہتا ہے۔ مجھے سعودی عرب کے دیہاتوں اور بدوی زندگی کا مشاہدہ کرنے کا موقع بھی ملا ہے' وہاں میں نے دیکھا ہے کہ عرب بدوؤں کی خواتین اس حال میں کہ از سرتا پیر مستور' ہاتھ میں ڈنڈا لئے اونٹوں اور بھیڑ بکریوں کی ڈاریں چرا رہی ہیں۔ ہاتھوں میں دستانے اور پیروں میں موزے ہیں' صرف آنکھیں کھلی ہوئی ہیں۔[۴] میں سمجھتا ہوں کہ یہ صحیح منشاء ہے ان الفاظ کا کہ :

﴿ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ﴾

"وہ اپنی چادروں کے پلو اپنے چہروں پر لٹکا لیا کریں۔"

یہ ضرورت پڑنے پر گھر سے باہر نکلنے کے لئے پردے (حجاب) کا پہلا حکم ہوا ـــــ یہاں میں نے گھر سے نکلنے کے لئے "ضرورت" کی جو قید لگائی ہے وہ اپنی طرف سے نہیں لگائی' بلکہ اس کی پابندی رسول اللہ ﷺ نے لگائی ہے۔

چنانچہ صحیح بخاری میں روایت موجود ہے :

((قَدْ اَذِنَ اللّٰهُ لَكُنَّ اَنْ تَخْرُجْنَ لِحَوَائِجِكُنَّ))[۵]

"اللہ تعالیٰ نے تم (عورتوں) کو اجازت دی ہے کہ تم اپنی ضروریات کے لئے گھر سے نکل سکتی ہو۔"

ضرورت کا تعین اسلامی تعلیمات کے مجموعی مزاج کو سامنے رکھ کر کیا جا سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے کسی خاتون کے گھر میں کوئی کمائی کرنے والا مَرد موجود نہ ہو۔ اس کا بھی امکان ہے کہ عیال داری اور قلت معاش کی وجہ سے صرف مَرد کی محنت و مزدوری گھر کی کفالت کے لئے کفایت نہ کرے' یا محافظ خاندان کی بیماری یا کسی معذوری کی وجہ سے عورت باہر

کام کرنے کے لئے مجبور ہو جائے' تو شریعت نے اس کی گنجائش رکھی ہے۔ جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے جو ابھی میں نے آپ کو سنائی۔ لیکن باہر نکلنے کے لئے ان تمام پابندیوں کو ملحوظ رکھنا ہو گا جو شریعت نے عائد کی ہیں۔ ویسے ایک حقیقی اسلامی ریاست میں ایسی صورت حال میں ایسے خاندان کی پوری کفالت بیت المال کے ذمہ ہوتی ہے۔ لیکن اگر ملک کی معیشت اس بات کی مقتضی ہو کہ عورتیں بھی اس میں ہاتھ بٹائیں تو ریاست کی طرف سے ایسے اقدامات کئے جانے چاہئیں کہ گھروں پر ہی Cottage Industries کی طرز پر صنعت و حرفت کا نظام قائم ہو۔ بہت سے ترقی یافتہ ممالک بالخصوص جاپان اور سوئٹزر لینڈ میں یہ تجربہ کافی کامیاب رہا ہے۔ اگر عورت کو معاش کے لئے گھر سے نکلنا ہی پڑے تو وہ ستر و حجاب کے تمام احکام کی پابندی کرے۔ گھر سے باہر جلباب یا برقعے میں نکلے [٦] اور ایسے اداروں میں کام کرے جہاں عورتیں ہی کارکن اور منتظم ہوں۔ عورتوں کا مخلوط اداروں میں کام کرنے یا ٹی وی اور ریڈیو میں اناؤنسر' یا اخبارات اور ٹی وی میں اشتہارات کا ماڈل' یا ایئر ہوسٹس بننے یا اسی نوع کے دوسرے ایسے پیشے اختیار کرنے کا معاملہ جن میں مردوں سے براہِ راست سابقہ آتا ہو اور وہ ان کے لئے فردوسِ نظر بنتی ہوں' از روئے اسلام مسلم خواتین کے لئے قطعی ناجائز بلکہ حرام کے درجے میں ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی ایک طویل حدیث میں ہے کہ :

((اَلْعَيْنَانِ تَزْنِيَانِ وَزِنَاهُمَا النَّظَرُ)) [٧]

"آنکھیں زنا کرتی ہیں اور ان کا زنا نظر ہے۔"

میں اپنے اندازے کے مطابق عرض کرتا ہوں کہ ان پیشوں سے متعلق خواتین میں حصولِ معاش کی مجبوری کم اور جذبۂ نمائش زیادہ ہے۔ آپ خود غور کیجئے کہ جو ہماری بہنیں ان پیشوں سے متعلق ہیں ان میں سے اکثر کو اپنے گھروں کی نگہداشت' گھریلو کام کاج اور بچوں کی دیکھ بھال کے لئے ملازمین رکھنے پڑتے ہوں گے' پھر ان پیشوں کے تقاضوں کے پیش نظر اُن کو میک اپ' بناؤ سنگھار اور مخصوص ملبوسات پر کافی خرچ کرنا ہوتا ہو گا۔ سواری کے لئے بھی اچھی خاصی رقم صرف ہوتی ہو گی۔ لہٰذا ان کی اپنی یافت میں سے ایک چوتھائی یا ایک تہائی سے زیادہ بچت بمشکل ہوتی ہو گی۔ اس متاعِ قلیل سے شاید اُن کو معمولی ریلیف ملتی ہو۔ میرے بھائی اور بہنیں ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ کیا

یہ نفع کا سودا ہے یا سراسر خسارے کا!! اس لئے کہ یہ طرزِ عمل اسلامی تعلیمات سے بغاوت اور اپنی عاقبت کی بربادی اور اپنے خاندان کی روایات' شرافت اور عزت سے سرکشی کا موجب ہے۔ اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ میں پوری دردمندی سے اپنی ان بیٹیوں اور بہنوں سے التجا کروں گا کہ خدارا ٹھنڈے دل سے سوچیں کہ وہ کیا پا رہی ہیں اور کیا کھو رہی ہیں!! البتہ لڑکیوں کے اسکولوں اور کالجوں میں درس و تدریس کے لئے ملازمت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ یہ صرف پیشہ ہی نہیں قومی خدمت بھی ہے۔ اسی طرح صرف عورتوں کے علاج معالجہ کے لئے طب کے پیشے کو بھی اختیار کیا جاسکتا ہے ـــــ میں ایک بات اور اپنی بہنوں سے عرض کروں گا کہ بن ٹھن کر بازاروں میں شاپنگ کے لئے جانا' سیر سپاٹے کے لئے تفریح گاہوں میں جانا' مخلوط تقریبات میں شریک ہونا اور مردوں کے سامنے پریڈ کرنا یا کھیلوں میں حصّہ لینا از روئے اسلام معصیت کے کام ہیں۔ ان امور میں کتاب و سُنّت کی تعلیمات کی روشنی میں دو رائیں ممکن ہی نہیں۔

باہر نکلنے کی صورت میں دیگر ہدایات

اب تک سورۃ الاحزاب کے حوالے سے پردے کے ابتدائی احکام کے بارے میں گفتگو ہوئی ہے۔ جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا کہ پردے کے احکام کی تکمیل سورۃ النور میں ہوئی ہے۔ چونکہ عورت کے باہر نکلنے کے مسئلے کی وضاحت ہو رہی ہے' لہٰذا اس گفتگو سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس سورۃ کا ایک حکم اسی موقع پر آپ کو سنا دوں جو اس مسئلے سے گہرا تعلق رکھتا ہے جو میں نے ابھی بیان کیا ہے۔ سورۃ النور کے اسی حکم کی تبیین' توضیح اور تشریح میں بے شمار احکام نبی اکرم ﷺ سے احادیث صحیحہ میں بھی مروی ہیں۔

یہ حکم سورۃ النور کی آیت ۳۱ کے اندر وارد ہوا ہے۔ یہ آیت بھی طویل آیات میں سے ایک ہے اور اس میں عائلی زندگی اور معاشرتی زندگی سے متعلق متعدد احکام ہیں جن کو اس مختصر وقت میں جس حد تک میرے لئے ممکن ہوگا' میں بیان کرنے کی کوشش کروں گا۔ اس آیت کا یہ حصہ ہماری سابقہ گفتگو سے متعلق ہے :

﴿ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ﴾

"اور وہ اپنے پیر زمین پر مارتی ہوئی نہ چلا کریں کہ اپنی جو زینت انہوں نے چھپا رکھی ہے اس کا علم لوگوں کو ہو جائے۔"

فاطرِ فطرت نے عورت کی چال اور اس کے خرام میں بھی دلکشی اور جاذبیت رکھی ہے۔ یہ بھی اس کی ایک زینت ہے۔ اس کے ساتھ اگر زیوروں کی جھنکار بھی شامل ہو جائے تو یہ بھی مرد کی توجہ منعطف کرنے اور اس کے نفسانی محرکات و جذبات کے لئے مہمیز کا باعث ہو گی۔ لہٰذا قرآن نے اس کو سختی سے منع کر دیا۔ اسی طرح خوشبو لگا کر گھر سے باہر نکلنے کی بھی بڑی تاکیدی ممانعت احادیث میں آئی ہے۔ خرام میں لوچ' زیورات کی جھنکار اور خوشبو کی مہک سے شیطان نفس شریر کو اکسانے کے لئے بڑا کام لینے کی کوشش کرتا ہے۔ لہٰذا اس امکان کے سدباب کے لئے اسلام یہ اور اس قسم کی دوسری قدغنیں عائد کرتا ہے۔

گھر کے اندر کا پردہ

میں نے عرض کیا تھا کہ پردے کے احکام سورۂ نور میں جا کر مکمل ہوئے ہیں۔ اب یہ سوال سامنے رکھئے کہ گھر کے اندر کے پردے سے متعلق قرآن مجید نے کیا احکام دیئے ہیں۔ جلباب یا نقاب گھر کے باہر کے پردے (حجاب) سے متعلق ہے جس پر سورۃ الاحزاب میں احکام تفصیل سے آ گئے۔ اب ذہن میں رکھئے کہ گھر کے اندر کے پردے (حجاب و ستر) کے احکام سورۂ نور کی آیات ۲۷ تا ۳۱ میں دیئے گئے ہیں۔ ان آیات میں بیان کردہ تمام احکام پر تفصیلی گفتگو کا وقت نہیں۔ لہٰذا میں ان میں سے چند بہت ہی ضروری احکام اور ان کی تشریح آپ کے سامنے رکھنے کی کوشش کروں گا۔

غضِّ بصر

آیت ۳۰ میں تمام اہل ایمان مردوں کو اور آیت ۳۱ کی ابتداء میں پہلا حکم مسلمان خواتین کو غضِّ بصر کا دیا جا رہا ہے۔ فرمایا :

﴿ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ۭ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝ ﴾ (النور : ۳۰)

"(اے نبیؐ!) مؤمن مردوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی

شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے لئے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے۔ جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ اس سے باخبر رہتا ہے۔"

﴿ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ﴾ (النور:۳۱)

"اور (اے نبیؐ!) مؤمن عورتوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھائیں بجز اس کے جو خود ظاہر ہو جائے۔ اور اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے آنچل ڈالے رہیں۔"

ان آیات میں غض بصر کا جو حکم آیا ہے اس کو جن لوگوں نے یہ سمجھا ہے کہ یہ سڑک پر چلنے سے متعلق ہے وہ بہت بڑے مغالطے میں پڑ گئے ہیں۔ سڑک پر چلنے کے متعلق تو وہ حکم ہے کہ عورتیں اپنی جلباب میں لپٹ کر اور اس کا ایک پلو چہرے پر ڈال کر نکلیں۔ راستہ دیکھنے کے لئے ان کو اپنی آنکھیں کھلی رکھنی ہوں گی۔ باہر نکلنے کے ضمن میں ایک حکم اسی آیت کے اختتام سے متصلاً قبل ﴿ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ ﴾ کی تشریح میں مَیں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ ان آیات میں غض بصر سے مراد نگاہ بھر کر نہ دیکھنا ہے۔ یعنی مَرد بیوی کے علاوہ کسی محرم خاتون کو اور عورت شوہر کے علاوہ کسی محرم مَرد کو بھی نگاہ بھر کر نہ دیکھے، مبادا شیطان کو کسی غلط جذبے کی اکساہٹ کا موقع مل جائے۔ جب محرموں کے نگاہ بھر کر دیکھنے پر پابندی لگائی جا رہی ہے تو غیر محرموں کے لئے تو خود بخود اس پابندی کا وزن بہت بڑھ جائے گا۔ چنانچہ اس قسم کی دیدہ بازی کو آنکھ کے زنا سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔

آگے جو ﴿ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ﴾ یعنی اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں' کا حکم ہے تو اس سے متعدد ضمنی احکام مراد ہیں۔ چنانچہ اس میں ناجائز شہوت رانی سے پرہیز ہی نہیں بلکہ ایسے تمام محرکات سے اجتناب بھی شامل ہے جو اس جذبے کی تحریک کا سبب بنیں۔ اس سے ستر پوشی کا حکم بھی مُراد ہے کہ کوئی بھی ایک دوسرے کے ستر پر نگاہ نہ ڈالے۔ مَرد کے ستر کے حدود نبی اکرم ﷺ نے ناف سے گھٹنے تک مقرر فرمائے ہیں۔ اس حصّے کو (جس میں ناف اور گھٹنے دونوں شامل ہیں) بیوی کے سوا کسی اور کے سامنے قصداً کھولنا شریعت نے حرام کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے عورت کا ستر ہاتھ اور منہ کے سوا اس کے

پورے جسم کو قرار دیا ہے۔ چہرہ نامحرم مَردوں کے لئے بھی ستر میں شامل ہے۔ چہرے اور ہاتھ کے سوا عورت کے جسم کا کوئی حصہ شوہر کے علاوہ کسی اور مرد حتیٰ کہ باپ' بھائی اور بیٹے کے سامنے بھی نہیں کھلنا چاہئے۔ البتہ مَرد اور عورت دونوں کے لئے اشد طبّی ضرورت کے پیش نظر طبیب اور جراح مستثنیٰ کئے گئے ہیں۔ ایسا لباس پہننے والی عورتوں کے لئے جن کا بدن کپڑوں میں سے جھلکتا ہو' نبی اکرم ﷺ نے "کَاسِیَاتٍ عَارِیَاتٍ" یعنی کپڑے پہننے کے باوجود عریاں قرار دیا ہے۔

بخاری میں حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے ایک طویل روایت کے آخری الفاظ ہیں :

((رُبَّ كَاسِيَةٍ فِي الدُّنْيَا عَارِيَةٌ فِي الْآخِرَةِ)) (۸)

"دنیا میں اکثر کپڑے پہننے والیاں آخرت میں ننگی ہوں گی۔"

یہاں ایسے باریک اور ایسے چست کپڑے پہننے مراد ہیں جن سے جسم جھلکے یا عورت کی رعنائی کی چیزیں نمایاں ہوں۔

زیر نظر آیت میں آگے خواتین کے گھر کے پردے کے لئے ایک اور حکم آ رہا ہے۔ فرمایا :

﴿ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ ﴾

"اور (عورتیں) اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے آنچل ڈال لیا کریں یا (بکل مار لیا کریں)۔"

"خمر" کے معنی کسی چیز کو چھپانے کے ہیں۔ اسی سے لفظ خمار بنا ہے۔ امام راغب اصفہانی (لغاتِ عربی کے مشہور امام) نے "مفردات القرآن" میں لکھا ہے کہ یہ لفظ (خمار) عورت کی اوڑھنی کے لئے بولا جاتا ہے' اس کی جمع خُمُر آتی ہے۔ اس سے وہ اوڑھنیاں مُراد ہیں جسے اوڑھ کر سر' کمر' سینہ سب اچھی طرح ڈھانپ لئے جائیں۔ اسی کو ہمارے ہاں دوپٹہ کہا جاتا ہے۔ یہ دوپٹہ باریک کپڑے کا نہیں ہونا چاہئے۔ آج کل کی فیشن زدہ نوجوان لڑکیاں جس قسم کا دوپٹہ استعمال کرتی ہیں وہ اس حکم کے منشاء کو پورا نہیں کرتا بلکہ اس کے بالکل خلاف ہے۔ یہ بات سمجھ لیجئے کہ گھر میں رہتے ہوئے بھی یہ چیز پسندیدہ نہیں ہے کہ نوجوان لڑکی کا سینہ بغیر دوپٹے کے ہو' سر کھلا ہوا ہو اور وہ گھر میں گھوم رہی ہو۔ کرتے یا قمیص کا گریبان پوری طرح ساتر نہ ہو تو باپ اور بھائی کے سامنے بھی اس طرح

آنے کی شریعت میں بالکل اجازت نہیں ہے۔ اس لئے کہ عورت کے جسم میں سب سے زیادہ جاذبِ نظر اس کا سینہ ہوتا ہے۔ لہٰذا ایک طرف مَردوں کو غضِّ بصر کا حکم ہے تو دوسری طرف عورتوں کو اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رکھنے کا ــــــ گھر میں محرموں کے لئے عورت کے چہرے' ہاتھ اور پاؤں کے علاوہ پورا جسم ستر ہے' وہ بہرحال ڈھکا رہے گا۔ جیسا کہ میں نے ابھی عرض کیا کہ کسی باپ اور کسی بھائی کو ان تین چیزوں کے سوا کسی اور حصّے کا کھلا دیکھنا جائز نہیں ہے۔ عورت کی رعنائی و دلربائی اور اس کی کشش کو کون نہیں جانتا۔ اس لئے گھر کے ادارے میں پاکیزہ ماحول قائم رکھنا ضروری ہے۔ اس کے لئے یہ تمام احکام دیئے گئے ہیں۔ کپڑے تنگ نہ ہوں' باریک نہ ہوں۔ کپڑوں کی تراش خراش ایسی نہ ہو کہ عورت کے نشیب و فراز اُبھریں اور نہ ہی ان سے بدن جھلکے۔ عورت کے جسم میں سینے کا ابھار وہ شے ہے کہ اس پر اگر صرف کرتہ پہن لیا جائے تو بھی وہ پوری طرح نہیں چھپے گا۔ لہٰذا اس کے لئے خاص طور پر حکم دیا گیا کہ ﴿ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ﴾[9] لہٰذا نوٹ کر لیجئے کہ عورت کے گھر کے لئے ستر اور حجاب کے یہ آداب و شرائط اور احکام ہیں۔ ایک طرف ان ہدایات کو دیکھئے' دوسری طرف اس نقشے پر نظر ڈالئے جو عام طور پر ہمیں اپنے معاشرے کے خوش حال اور تعلیم یافتہ گھرانوں میں نظر آتا ہے جو ان تعلیمات کی سراسر ضد ہے۔ اسی پر اس کو بھی قیاس کر لیجئے کہ بلا جلباب یا نقاب اور دوپٹہ[10] اور بناؤ سنگھار کے ساتھ عورت کا گھر سے نکلنا شریعت کے نزدیک کس درجے کی معصیت ہو سکتی ہے!

محرم کون ہیں؟

اس سے آگے فرمایا :

﴿ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ ﴾

"اور وہ اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں۔"

اس کے بعد اِلَّا سے مستثنیات (محرموں) کی ایک فہرست عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ تک چلی گئی ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ اس سے کون سی زینت مُراد ہے جس کی مستثنیات (محرموں) کے سامنے اظہار کی اجازت دی جا رہی ہے۔ اس کو یوں سمجھئے کہ عورت گھر

میں ہے' اس نے لباس پورا پہنا ہوا ہے' پھر بھی اس کا چہرہ ہے' اس کے ہاتھ پاؤں ہیں' اس نے اوڑھنی اوڑھی ہوئی ہے۔ پھر اس کا ایک نسوانی وجود ہے۔ یہ تمام چیزیں زینت اور رعنائی کی حامل ہیں۔ ان میں جو زینت از خود ظاہر ہو رہی ہے یا تیز ہوا یا کسی اور وجہ سے جلباب یا نقاب یا خمار (دوپٹہ) اڑ جائے یا چادر اور اوڑھنی کے باوجود بھی عورت کی نسوانیت کی کشش تو ختم نہیں ہو سکتی۔ اس کو آخر عورت کیسے چھپائے گی؟ عورت اپنے باپ' بھائی' بیٹے' چچا' ماموں اور دوسرے محرموں کے سامنے آئے گی۔ چنانچہ اسی آیت میں پہلے ہی فرمادیا گیا تھا کہ:

﴿ وَلاَ يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا ﴾

"وہ اپنی زینت نہ دکھائیں اس کے سوا جو از خود ظاہر ہو جائے۔"

ظاہر کرنے اور ظاہر ہونے کے فرق کو ملحوظ رکھا جائے تو جو بات یہاں فرمائی جا رہی ہے وہ بآسانی سمجھ میں آجائے گی۔ اس تصریح کو سامنے رکھئے اور آیت کا متعلقہ حصہ اور اس کا ترجمہ ملاحظہ کیجئے۔ فرمایا :

﴿ وَلاَ يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلاَّ لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ هِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِى الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَاءِ ۖ ﴾

"اور (عورتیں) اپنی زینت نہ ظاہر کریں مگر ان لوگوں کے سامنے: شوہر' باپ' شوہروں کے باپ' اپنے بیٹے' شوہروں کے بیٹے' بھائی' بھائیوں کے بیٹے' بہنوں کے بیٹے' اپنے میل جول کی عورتیں' اپنے لونڈی غلام' وہ زیردست مرد جو کسی قسم کی غرض نہ رکھتے ہوں' اور وہ بچے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے ابھی واقف نہ ہوئے ہوں۔"

آگے فرمایا :

﴿ وَلاَ يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ۚ ﴾

"اور وہ (عورتیں) اپنے پاؤں زمین پر مارتی ہوئی نہ چلا کریں کہ اپنی زینت جو انہوں نے چھپا رکھی ہے اس کا لوگوں کو علم ہو جائے۔"

اس کی تشریح میں پہلے ہی کرچکا ہوں۔ اب آیت کا اختتام ہوتا ہے اس پر کہ :

﴿ وَتُوْبُوْآ اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ ﴾

"اللہ کی طرف رجوع کرو تم سب کے سب اے ایمان والو' تاکہ تم کامیابی حاصل کرو۔"

اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ اس معاملے میں اب تک جو لغزش' غلطی اور کوتاہی ہوتی رہی ہے اس سے توبہ کرو اور اپنے طرزِ عمل کی اللہ اور اس کے رسولؐ کی ہدایات کے مطابق اصلاح کرلو۔

استیذان کا حکم

گھروں میں داخلے کے لئے بھی قرآن حکیم نے احکام دیئے ہیں' کیونکہ اس کا بھی پردے کے آداب سے گہرا تعلق ہے۔ باہر سے کسی کو کیا معلوم کہ گھر والے کس حال میں ہیں! اجازت لینے کا طریقہ از روئے قرآن بآوازِ بلند السلام علیکم کہنا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے تعلیم دی ہے کہ تین مرتبہ سلام بھیجنے یا دستک دینے پر کوئی جواب نہ ملے تو واپس چلے جاؤ۔ لہٰذا اس میں دستک دینا بھی شامل ہوگیا۔ مرد اور عورت دونوں کے لئے اجازت لینا ضروری ہے' البتہ عورت صرف دستک دے گی۔ آنحضور ﷺ کا ایک اور حکم بھی احادیث میں آیا ہے کہ اگر کوئی بغیر اجازت تمہارے گھر میں جھانکے اور تم اس کو ڈھیلا مار دو جس سے چاہے اس کی آنکھ پھوٹ جائے تو تم پر کوئی گناہ نہیں۔ اس سے گھر اور چار دیواری کا تقدس ظاہر ہوتا ہے۔ قرآن حکیم میں دو جگہ استیذان کا حکم آیا ہے۔ ایک سورۂ نور کے چوتھے رکوع کی ابتدائی آیات میں آیا ہے جن میں سے آیت ۲۷ اور ۲۸ مع ترجمہ ملاحظہ کیجئے :

﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰى اَهْلِهَا ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝ ﴾

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ

ہوا کرو جب تک کہ گھر والوں کی رضا نہ لے لو اور گھر والوں پر سلام نہ بھیج لو۔ یہ طریقہ تمہارے لئے بہتر ہے' توقع ہے کہ تم اس کا خیال رکھو گے۔ پھر وہاں اگر کسی کو نہ پاؤ تو داخل نہ ہو جب تک کہ تم کو اجازت نہ دے دی جائے' اور اگر تم سے کہا جائے کہ واپس چلے جاؤ تو واپس ہو جاؤ' یہ تمہارے لئے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے خوب جانتا ہے۔"

غزوات اور جنگوں میں خواتین کی شرکت

ہماری چند بہنیں ان واقعات سے جو سیرت اور تاریخ کی کتب میں غزوات اور اسلام کے غلبے کے لئے جنگوں میں شرکت سے متعلق آئے ہیں' یہ استدلال کرتی ہیں کہ عورتوں کو مختلف شعبہ ہائے زندگی میں مَردوں کے شانہ بشانہ کام کرنے کی اجازت ہے۔ حالانکہ یہ استدلال ہی سرے سے غلط ہے۔ کسی استثنائی صورت حال کو عام معمولات پر منطبق کرنا کسی منطق اور دلیل سے صحیح نہیں ہے۔ اس کی حیثیت محض ریت کے ٹیلے کی ہے جس کی کوئی بنیاد نہیں۔ پھر اس مغالطے کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ حجاب کے احکام تدریجاً آئے ہیں' اس لئے ان احکام کے نزول سے قبل غزوات میں عورتوں کی شرکت کا ثبوت ملتا ہے۔ پہلا غزوۂ بدر رہا تو اس سلسلے میں سنن ابی داؤد میں روایت آئی ہے کہ اُمِّ ورقہ رضی اللہ عنہا بنتِ نوفل نے بدر میں شرکت کی اجازت مانگی تھی لیکن نبی اکرم ﷺ نے ان کو اجازت نہیں دی تھی۔ اس کے بعد غزوۂ احد کا معرکہ ہوا' جس میں ایک غلطی کی وجہ سے مسلمانوں کا کافی جانی نقصان ہوا۔ خود نبی اکرم ﷺ زخمی ہوئے۔ یہ غزوہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے مسلمانوں کے لئے انتہائی صدمے کا باعث تھا۔ یہ بڑی ہنگامی صورت حال تھی۔ اس میں چند صحابیات رضی اللہ عنہن کی شرکت ثابت ہے جن میں سے کچھ نے باقاعدہ جنگ میں حصہ لیا اور اللہ کی راہ میں شہید بھی ہوئیں' جبکہ بعض عورتوں نے زخمیوں کو پانی پلایا' ان کی مرہم پٹی کی اور تیر اٹھا اٹھا کر مجاہدین کو دیئے۔ پھر غزوۂ احزاب (خندق) ہے۔

جیسا کہ مَیں پہلے بتا چکا ہوں کہ ان تینوں غزوات کے بعد سورۃ الاحزاب اور سورۃ النور کا نزول ہوا جن میں حجاب اور ستر کے تفصیلی احکام آئے ہیں۔ لہٰذا ان سورتوں کے نزول سے قبل کے واقعات تو دلیل نہیں بنیں گے' کیونکہ ابھی پردے کے احکام آئے ہی

نہیں تھے ـــــــ اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے غزوات میں عورتوں کی شرکت کی حوصلہ شکنی فرمائی ہے۔ اس کے متعلق چند احادیث مَیں آپ کو سنا دیتا ہوں۔ مسند احمد اور صحیح بخاری کی روایت ہے :

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ : یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَرَی الْجِهَادَ اَفْضَلَ الْعَمَلِ اَفَلَا نُجَاهِدُ؟ قَالَ : ((لَا' لٰكِنَّ اَفْضَلَ الْجِهَادِ حَجٌّ مَبْرُوْرٌ)) (۱۱)

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! ہم جہاد کو سب سے افضل نیکی سمجھتی ہیں تو کیا ہم جہاد نہ کریں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا :"نہیں' بلکہ تمہارے لئے سب سے افضل نیکی حج مبرور ہے۔"

صحیح بخاری کے الفاظ یہ ہیں : ((جِهَادُكُنَّ الْحَجُّ)) "تمہارا جہاد حج ہے"۔

غزوات میں خواتین کی شرکت کی نبی اکرم ﷺ نے جو حوصلہ شکنی فرمائی ہے اس کی واضح دلیل اور اس کا ثبوت اس واقعہ سے ملتا ہے جو غزوۂ خیبر کے دوران پیش آیا۔ یہ غزوہ ۷ھ میں ہوا تھا۔ اس واقعہ کو امام احمدؒ نے اپنی مسند اور امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے' جو صحاحِ ستّہ میں شامل ہے۔ آپ حضرات اور بہنیں اس کو توجہ سے سنیں اور خدا کے لئے غور کریں کہ جو دلیلیں وہ لے آتی ہیں وہ کس قدر غلط اور بے محل ہیں اور ان کو صحیح طور پر نہ سمجھنے سے کیا کیا مغالطے پیدا ہو رہے ہیں۔ فرمایا :

عَنْ حَشْرَجِ بْنِ زِیَادٍ عَنْ جَدَّتِهٖ اُمِّ اَبِیْهِ اَنَّهَا خَرَجَتْ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ غَزْوَةِ خَیْبَرَ سَادِسَ سِتِّ نِسْوَةٍ' فَبَلَغَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثَ اِلَیْنَا فَجِئْنَا فَرَاَیْنَا فِیْهِ الْغَضَبَ فَقَالَ : ((مَعَ مَنْ خَرَجْتُنَّ وَبِاِذْنِ مَنْ خَرَجْتُنَّ؟)) فَقُلْنَا : یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ خَرَجْنَا نَغْزِلُ الشَّعْرَ وَنُعِیْنُ بِهٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَمَعَنَا دَوَاءُ الْجَرْحٰی وَنُنَاوِلُ السِّهَامَ وَنَسْقِی السَّوِیْقَ' قَالَ : ((قُمْنَ فَانْصَرِفْنَ)) حَتّٰی اِذَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَیْهِ خَیْبَرَ اَسْهَمَ لَنَا كَمَا اَسْهَمَ لِلرِّجَالِ' فَقُلْتُ لَهَا : یَا جَدَّةُ وَمَا كَانَ ذٰلِكَ؟ قَالَتْ تَمْرًا (۱۲)

"حشرج بن زیاد اپنی دادی سے روایت کرتے ہیں کہ وہ غزوۂ خیبر کے موقع پر آنحضرت ﷺ کے ساتھ نکلیں۔ پانچ عورتوں کے ساتھ چھٹی وہ تھیں۔ کہتی ہیں کہ جب حضور اکرم ﷺ کو ہمارے نکلنے کی اطلاع ہوئی تو آپؐ نے ہمیں بلوایا۔ ہم حاضر ہوئیں تو ہم نے آپؐ کو غضب ناک پایا۔ آپؐ نے پوچھا: "تم کس کے ساتھ نکلیں اور کس کی اجازت سے نکلیں؟" ہم نے عرض کیا: ہم چلی آئی ہیں، ہم اون کاتیں گی اور اس کے ذریعے اللہ کی راہ میں مدد کریں گی۔ ہمارے ساتھ کچھ مرہم پٹی کا سامان بھی ہے، ہم تیر پکڑا دیں گی، ستو گھول کے پلا دیں گی، آپ نے فرمایا: "چلو، واپس جاؤ۔" پھر جب اللہ نے خیبر کو فتح کرا دیا تو حضور اکرم ﷺ نے ہم کو مردوں کی طرح حصہ دیا۔ میں نے پوچھا: دادی کیا چیز ملی تھی؟ دادی نے کہا: کھجوریں!"

اس حدیث میں رسول اکرم ﷺ کے تیور پہچانئے۔ راویہ رضی اللہ عنہا بتا رہی ہیں کہ ان کے نکلنے اور لشکر میں شامل ہونے پر آنحضور ﷺ غضب ناک ہوئے۔ آپؐ کے سوال کہ ((مَعَ مَنْ خَرَجْتُنَّ وَبِإِذْنِ مَنْ خَرَجْتُنَّ؟)) اور پھر اس حکم سے بھی کہ ((قُمْنَ فَانْصَرِفْنَ)) آپؐ کی ناراضگی اور برافروختگی ظاہر ہو رہی ہے۔ آپؐ نے ان خواتین کو جو کھجوریں عطا کی تھیں وہ اس لئے کہ بہرحال یہ غزوے کے لئے نکلی تو تھیں۔

اب اس سے قبل کے غزوات سے استدلال کیا جائے تو ان کو اس بات پر غور کرنا چاہئے کہ قرآن مجید میں جب تک شراب کی حرمت نہیں آئی تھی، مسلمان شراب پیتے رہے۔ کیا اس سے شراب کے حلال ہونے پر دلیل لانا صحیح ہو گا؟ اسی طرح جب تک سود کی حرمت کا حکم نہیں آیا۔ سود لیا اور دیا جاتا رہا، تو کیا اس سے سود کے حلال ہونے پر دلیل لائی جائے گی؟ لہٰذا ہم کو یہ بات پیش نظر رکھنی ہو گی کہ احکام تدریجاً آئے ہیں اور جب دین مکمل ہوا تو دو ٹوک انداز میں فرما دیا گیا: ﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ط ﴾ یہ آیت آنحضور ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے آخری زمانے میں نازل ہوئی ہے، لہٰذا ہمیں اب بحیثیت کُل شریعت، قانونِ اسلامی اور دین کے مجموعی مزاج کو ہر مسئلے میں اپنے سامنے رکھنا ہو گا اور اس کا اتباع کرنا ہو گا۔

نماز باجماعت اور خواتین

اس مسئلے میں دو رائیں ممکن ہی نہیں کہ اسلام کا اہم ترین رکن صلوٰۃ ہے۔ اس کو نبی اکرم ﷺ نے "عِمَادُ الدِّین" اور "قُرَّۃُ عَیْنِیْ" فرمایا ہے۔ اسی کو کفر اور اسلام میں مابہ الامتیاز قرار دیا ہے۔ پھر احادیث میں نماز باجماعت کی بے انتہا تاکید و ترغیب ملتی ہے۔ لیکن مسلمان عورت کے لئے احادیث میں برعکس ہدایات ملتی ہیں۔ اس کو اس بات کی ترغیب دی گئی ہے کہ وہ نماز گھر میں ادا کرے۔ مثلاً سنن ابی داوٗد میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث منقول ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

((صَلَاۃُ الْمَرْاَۃِ فِیْ بَیْتِھَا اَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِھَا فِیْ حُجْرَتِھَا وَصَلَاتُھَا فِیْ مَخْدَعِھَا اَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِھَا فِیْ بَیْتِھَا)) (۱۳)

"عورت کا اپنی کوٹھڑی میں نماز پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ وہ اپنے کمرے میں نماز پڑھے۔ اور اس کا اپنے چور خانہ میں نماز پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ وہ اپنی کوٹھڑی میں نماز پڑھے۔"

یہی ترغیب ایک عکسی ترتیب سے امام احمد اور طبرانی نے اُمِّ حمید ساعدیہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے :

قَالَتْ : یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ اُحِبُّ الصَّلَاۃَ مَعَکَ ' قَالَ : ((قَدْ عَلِمْتُ ' وَصَلَاتُکِ فِیْ بَیْتِکِ خَیْرٌ لَّکِ مِنْ صَلَاتِکِ فِیْ حُجْرَتِکِ وَصَلَاتُکِ فِیْ حُجْرَتِکِ ' خَیْرٌ مِّنْ صَلَاتِکِ فِیْ دَارِکِ ' وَصَلَاتِکِ فِیْ دَارِکِ خَیْرٌ مِّنْ صَلَاتِکِ فِیْ مَسْجِدِ قَوْمِکِ ' وَصَلَاتُکِ فِیْ مَسْجِدِ قَوْمِکِ خَیْرٌ مِّنْ صَلَاتِکِ فِیْ مَسْجِدِ الْجُمُعَۃِ)) (۱۴)

"انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! جی چاہتا ہے کہ آپ کے ساتھ نماز پڑھوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا : مجھے معلوم ہے 'مگر تیرا اپنے گھر کے ایک گوشے میں نماز پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ تُو اپنے حجرے میں نماز پڑھے 'اور تیرا حجرے میں نماز پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ تُو اپنے گھر کے دالان میں نماز پڑھے اور تیرا دالان میں نماز پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ تُو اپنے محلّہ کی مسجد میں نماز پڑھے اور تیرا

اپنے محلہ کی مسجد میں نماز پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ تُو جامع مسجد میں نماز پڑھے۔"

جمعہ ہر مسلمان پر فرض ہے' یہ نماز بغیر جماعت کے ادا ہی نہیں ہوتی لیکن اس سے بھی عورت مستثنیٰ ہے۔ چنانچہ سنن ابی داوٗد ہی کی روایت ہے :

((اَلْجُمُعَةُ حَقٌّ وَّاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ فِیْ جَمَاعَةٍ اِلاَّ عَلٰى اَرْبَعَةٍ عَبْدٍ مَمْلُوْكٍ اَوِ امْرَاَةٍ اَوْ صَبِیٍّ اَوْ مَرِيْضٍ))(۱۵)

"جمعہ کی نماز باجماعت ادا کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے' مگر چار شخص مستثنیٰ ہیں: غلام' عورت' بچہ اور مریض۔"

عورتوں کو مسجد میں آنے سے قطعی طور پر منع نہیں کیا گیا' لیکن ان کو بہت سی پابندیوں کے ساتھ مسجد میں آنے کی اجازت دی گئی ہے۔ اس طرح اس معاملے میں اس کی حوصلہ افزائی کے بجائے حوصلہ شکنی کی گئی ہے۔

عیدین اور خواتین

البتہ عیدین میں عورتوں کو لانے کی احادیث میں تاکید ملتی ہے۔ اس کی حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ چونکہ عیدین میں خطبہ ہوتا تھا جس میں تعلیم ہوتی ہے' اس لئے ان میں عورتوں کی شرکت کی تاکید ہے۔ البتہ عورتوں کے اجتماع کے لئے بالکل علیحدہ خیموں میں پورے پردے کے ساتھ اہتمام ہوتا تھا۔ پھر چونکہ اس وقت لاؤڈ سپیکر تو تھا نہیں لہٰذا آنحضور ﷺ ایک خطبہ مَردوں کو ان کے اجتماع میں ارشاد فرماتے اور پھر خواتین کے خیمے کے پاس جا کر دوسرا خطبہ ان خواتین کے لئے ارشاد فرمایا کرتے تھے۔(۱۶) جمعہ کی نماز میں عورتوں کی شرکت گو فرض نہیں' نہ اس کے لئے تاکید ہے اور نہ ممانعت ہے' لیکن چونکہ خطبہ جمعہ میں تعلیم و تذکیر اور تلقین ہوتی ہے تو ایسی مساجد میں جہاں مادری زبان میں اس کا انتظام ہو' خواتین بالکل علیحدہ مقام پر ان شرائط کے ساتھ جو مسجد میں آنے کے لئے اسلام نے خواتین پر عائد کی ہیں' جمع ہو کر خطبہ سن سکتی اور نماز باجماعت ادا کر سکتی ہیں۔ عام فرض نمازوں میں عورتوں کا شریک ہونا پسندیدہ نہیں ہے کیونکہ ان میں تذکیر و تعلیم اور وعظ و نصیحت کا کوئی پہلو نہیں ہے۔ یہ ہے ہمارے دین کا مجموعی مزاج۔

ایک تکلیف دہ بات

اس معاملے میں ایک تکلیف دہ بات یہ ہے کہ اخبارات میں ہمارے بعض مفتیانِ کرام کے بیانات آئے ہیں کہ جن میں انہوں نے بلاقید اجازت دی ہے کہ خواتین دفتروں میں جائیں' وہاں وہ کام کر سکتی ہیں۔ یہاں تک کہا گیا ہے کہ خواتین اپنے حقوق کے لئے مظاہرے کر سکتی ہیں اور کہا گیا ہے کہ تحریک نظامِ مصطفیٰؐ کے موقع پر بھی مسلمان خواتین نے جلوس نکالے اور مظاہرے کئے تھے۔ ان کرم فرما حضرات میں سے بعض نے مجھے انتہاپسند قرار دیا ہے۔ مجھے معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ "جنگ" میں خواتین سے متعلق میرے جو خیالات شائع ہوئے ہیں ان پر اسی شہر لاہور کی بعض مساجد میں جمعہ کے اجتماعات کے موقع پر خطیب حضرات نے فرمایا ہے کہ "ڈاکٹر اسرار احمد عورتوں کو قید میں رکھنے کا قائل ہے۔ اسلام عورتوں کو پوری آزادی دیتا ہے اور اس نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں"۔ یہ کتنی تکلیف دہ اور افسوس ناک بات ہے کہ سیاست اور فرقہ وارانہ تعصب اور گروہ بندی کی وجہ سے ہمارے دین اور قرآن کے ساتھ تلعُّب (کھیل تماشہ) کا رویہ اختیار کیا جا رہا ہے۔(۱۷) انہی مفتیانِ کرام سے اگر آپ فتویٰ لیں کہ کیا عورت مسجد میں آکر فرض نماز ادا کر سکتی ہے تو یقیناً وہ اس کی اجازت نہیں دیں گے۔ حد یہ ہے کہ یہ حضرات عیدین میں بھی عورتوں کو لانے کی اجازت نہیں دیتے' حالانکہ احادیث صحیحہ میں عورتوں کو عیدین میں لانے کی صراحت کے ساتھ تاکید موجود ہے' لیکن وہ دفتروں میں مَردوں کے دوش بدوش خواتین کے کام کرنے کے متعلق یہ فرما رہے ہیں کہ اس میں کوئی قباحت نہیں۔ اس طرح ان کا تضادِ فکری بہت نمایاں ہو کر سامنے آرہا ہے۔ ایسے ہی رجالِ دین کے لئے علامہ اقبال مرحوم نے کہا تھا ؎

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق

وہ مسجدوں میں عورتوں کا آنا گوارا نہیں کرتے لیکن دفتروں میں عورتوں کے جانے کے متعلق کہہ رہے ہیں کہ اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

خواتین کے لئے نماز کی ادائیگی کی فضیلت کے جو مدارج آنحضور ﷺ نے متعین

فرمائے ہیں' ان کو دو حدیثوں کے حوالے سے آپ کو بتا چکا ہوں۔ غور کیجئے یہ تاکید کس لئے ہے۔ اس لئے کہ عورت میں اللہ تعالیٰ نے جو نسوانی حسن' رعنائی' دل ربائی اور کشش و جاذبیت رکھی ہے اور رکوع و سجود کی حالت میں اس کے جسم کی جو صورت ہوتی ہے اس کا تقاضا ہے کہ تنہائی میں جہاں کوئی آنکھ اسے ان حالات میں دیکھنے والی نہ ہو' نماز ادا کرنا عورت کے لئے زیادہ بہتر' افضل اور موجب اجر و ثواب ہو گا۔ لیکن وائے افسوس کہ ہماری بہنیں جس طرح بناؤ سنگھار کے ساتھ سرکاری دفاتر اور دوسرے اداروں میں کام کرنے کے لئے جایا کرتی ہیں' جہاں مَردوں کے ساتھ ملنے جلنے اور ساتھ ساتھ کام کرنے کے مواقع ہوتے ہیں' اس کی اصلاح اور سدِّباب کی کوشش کرنے اور ان خواتین کو اپنا اسلامی تشخص اور کردار برقرار رکھنے اور اپنی عاقبت سنوارنے کی تلقین و نصیحت کرنے کے بجائے اُلٹا یہ حضرات ان کو اس روش پر قائم رہنے کی شہ دے رہے ہیں۔ ؏ ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بہ کجا!

دیہات کی معاشرت سے استدلال

دیہات میں عورتیں جو کام کرتی ہیں اس کو خواتین کے دفتروں میں کام کرنے کے جواز کے لئے بڑے زور و شور سے آج کل بطورِ دلیل پیش کیا جا رہا ہے۔ دیہات کی معاشرت اور شہروں کی معاشرت میں جو فرق و تفاوت ہے اس کو ہمارے بھائی اور بہنیں نظر انداز کر رہی ہیں۔ جب بحث برائے بحث اور ضد برائے ضد کی صورت حال پیدا ہو جائے تو ایسی صورت میں اظہر من الشمس جیسی چیزیں بھی نگاہوں سے او جھل ہو جاتی ہیں۔ اس ضمن میں ان سے میں عرض کروں گا کہ غور کریں کہ جو خواتین دیہاتوں میں کام کرتی ہیں کیا وہ نامحرموں کے ساتھ کام کرتی ہیں؟ اگر وہ کھیت پر روٹی لے کر جاتی ہیں تو کن کے لئے؟ ظاہر ہے کہ باپ کے لئے' شوہر کے لئے' بھائی یا بیٹے کے لئے لے کر جاتی ہیں۔ اپنے کھیت میں اگر وہ کام کر رہی ہوتی ہیں تو کیا ان کے شانہ بشانہ نامحرم کام کر رہے ہوتے ہیں؟ دیہات میں عورتوں کے کام کا جو ماحول ہوتا ہے وہ اکثر و بیشتر اپنے اپنے گھروں سے متعلق ہوتا ہے جہاں وہ اپنے ڈھور ڈنگروں کی دیکھ بھال کرتی ہیں۔ وہاں نامحرموں کے ساتھ معاملہ نہیں ہوتا۔ یا اگر کوئی عورت کھیت میں کام کرنے جاتی ہے تو

وہاں بھی بنیادی طور پر اس کا نامحرموں سے نہیں بلکہ محرموں کے ساتھ ہاتھ بٹانے کا معاملہ ہوتا ہے۔ پھر یہ کہ ہمارے دفتروں کا جو ماحول ہے اور وہاں خواتین جس سج دھج سے جاتی ہیں اس کو بھی ملحوظ خاطر رکھئے۔ آخر عورت کی فطرت ہے' زیب و زینت اس کی کمزوری ہے۔ کیا دیہات میں کام کرنے والی خواتین اور شہروں کی ان خواتین میں کوئی نسبت ہے؟ اس فرق و تفاوت کو سامنے رکھئے' زمین و آسمان کا فرق ہے۔

اس ضمن میں آخری بات میں یہ عرض کروں گا کہ اگر ہمارے معاشرے میں دیہات میں کوئی غلط چیز ہو رہی ہو تو کیا اس کو سامنے رکھ کر آپ دین کو بدل دیں گے؟ ہماری دینی ذمہ داری تو یہ ہو گی کہ اگر دیہات میں اسلامی تعلیمات کے مطابق طور طریقے رائج نہیں ہیں تو ان کی اصلاح کی فکر کریں نہ کہ دیہات کے غلط طرزِ عمل اور رسوم و رواج کو دلیل بنا کر اپنی غلط روی کے لئے جواز پیدا کریں! وہاں اگر ستر و حجاب کی پابندی نہیں ہو رہی تو کرانے کی ضرورت ہے' بجائے اس کے کہ وہاں کی کسی غلط بات کو اپنے لئے دلیل بنائیں۔ اول تو زمین و آسمان کا فرق ہے جیسا کہ میں نے ابھی عرض کیا' لیکن اگر کوئی کمی ہے تو اس کمی کو پورا کرنا ہو گا۔ خرابی ہے تو اصلاح کی کوششیں کرنا ہوں گی' کیونکہ ہمارا امام قرآن ہے' ہمارے لئے حاکم قرآن ہے۔ ہمارے لئے اللہ اور رسولؐ کے احکام ہی حجت و دلیل اور لائق اتباع ہیں۔ دیہات کا کوئی طرزِ عمل اور رسم و رواج نہ ہمارے لئے دلیل و برہان ہیں نہ حجت —— عرب کے دیہاتوں میں عرب خواتین جس طرح ستر و حجاب کے ساتھ محرموں کے شانہ بشانہ کام کرتی ہیں اس کے متعلق میں اپنا مشاہدہ آپ کے سامنے بیان کر چکا ہوں۔

استثنائی صورتیں

اگر جہاد و قتال فی سبیل اللہ کا کوئی ایسا مرحلہ پیش آجائے کہ خواتین کی خدمات بھی ناگزیر ہو جائیں تو ایسی صورت میں مسلمان خواتین حسب ضرورت اس جہاد و قتال میں حصہ لے سکتی ہیں۔ یہ ایک استثنائی (exceptional) معاملہ ہو گا۔ لیکن یہ کون سی معقول دلیل ہے کہ استثنائی اور ہنگامی یا اضطراری صورتِ حال کے لئے شریعت میں جو گنجائش رکھی گئی ہے اس کو معمولات پر بھی منطبق (apply) کیا جائے اور اس استثناء کو

ایک قاعدہ کلیہ بنا کر اس سے خواتین کے لئے دفتروں' کارخانوں' ریڈیو اور ٹی وی پر کام کرنے کے لئے جواز پیدا کیا جائے [۱۸] ـــــ اسلام موم کی ناک نہیں ہے کہ حسب خواہش اسے جس طرف چاہیں موڑ لیا جائے۔ یہ فعل دین کے ساتھ تلعُّب کے زمرے میں آئے گا' جس پر قرآن میں بڑی وعید آئی ہے۔ ہمارا دین' دین فطرت ہے۔ اس میں تنگی نہیں رکھی گئی۔ نبی اکرم ﷺ کا قول ہے کہ ((اَلدِّیْنُ یُسْرٌ)) "دین میں آسانی ہے"۔ اسی طرح ایک حدیث میں آیا ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا: ((یَسِّرُوْا وَلاَ تُعَسِّرُوْا)) "آسانی پیدا کرو' تنگی پیدا نہ کرو"۔ خانگی حالات ایسے ہوں کہ واقعی کوئی عورت ملازمت پر مجبور ہو جائے اور اسے گھر سے نکلنے کے سوا چارہ نہ ہو تو وہ ایسا کر سکتی ہے۔ لیکن اسے ستر و حجاب کی تمام پابندیوں پر عمل کرتے ہوئے معاشی جدوجہد میں حصہ لینا ہو گا۔ یہ ممنوع نہیں ہے۔ لیکن جہاں بے پردگی اور مَردوں کے ساتھ اختلاط کا معاملہ ہو تو ہمارا دین اس میں حصہ لینے کی قطعاً اجازت نہیں دیتا۔ دیگر مستثنیات بھی ہیں۔ مثلاً یہ کہ کوئی خاتون ڈوب رہی ہو' آگ میں گھر گئی ہو' سڑک پر چلتے ہوئے کسی حادثے سے دوچار ہو گئی ہو تو ان میں یا اسی قسم کے دیگر حادثات کی صورت میں ستر و حجاب کی قیود اور نامحرموں کے لمس کی پابندی عارضی طور پر ساقط ہو جائے گی۔ یہ حالات حقیقی اور واقعی طور پر اضطراری حالات کہلائیں گے اور اس کی شریعت نے گنجائش رکھی ہے۔

اربابِ اقتدار سے گزارش

اب مجھے اربابِ اقتدارِ وقت سے کچھ باتیں عرض کرنی ہیں۔ اگر واقعتاً خلوص کے ساتھ ان کے پیش نظر اس ملک میں اسلامی نظام کا نفاذ ہے تو انہیں سنجیدگی کے ساتھ اسلام کی تعلیمات کی روشنی میں خواتین کے مسائل کو حل کرنے کے لئے مناسب و مؤثر اقدامات کرنے چاہئیں۔ سرکاری دفاتر کی ملازمتوں' ذرائع ابلاغ اور دوسرے سرکاری یا نیم سرکاری اداروں میں عورتوں کو کھپانے سے ایک طرف مَردوں کی حق تلفی ہو رہی ہے' دوسری طرف معاشرے میں بے راہ روی کو راہ پانے کے مواقع وسیع ہو رہے ہیں۔ پھر عورت کو اشتہارات کی زینت کے لئے جو ایک ارزاں جنس بنا لیا گیا ہے اس پر قدغن لگائی جائے۔ یہ نہ صرف عورت کی عظمت کی تذلیل و توہین ہے بلکہ سراسر اسلام

کے خلاف ہے۔ خدارا ان مسائل کا صحیح اسلامی حل نکالئے۔ اگر واقعی عورت کی خدمات ملک کی معیشت کے لئے ضروری ہیں تو حکومت اپنی نگرانی میں ایسے انتظامات کر سکتی ہے کہ گھروں میں چھوٹی انڈسٹریاں لگائے' کاٹیج انڈسٹری کے محلہ وار مراکز قائم کرے' صنعت و حرفت کے تمام بڑے بڑے اداروں کو پابند کرے کہ وہ خواتین کے کام کے بالکل علیحدہ شعبے قائم کریں۔ اگر عورت کو مجبوراً اپنی معاش کے لئے کام پر نکلنا ہی پڑے تو وہ ستر و حجاب کی پابندی کرے اور مخلوط اداروں میں کام سے پرہیز کرے۔ قرآن نے ایک اسلامی ریاست کی ذمہ داری یہ متعین کی ہے کہ :

﴿ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ﴾ (الحج:۴۱)

"ان مؤمنوں کو جب ہم زمین پر تمکن و حکومت عطا کریں گے تو یہ اقامت صلوٰۃ' ایتائے زکوٰۃ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض انجام دیں گے۔"

لہٰذا اسلامی تعلیمات کے مطابق خواتین کی معاش کا انتظام کرنا معروف کے درجے میں آئے گا اور عورتوں اور مردوں کا مخلوط اداروں میں کام کرنا' عورت کا بطور اشتہار استعمال ہونا' اس کا ٹی وی پر آنا اور اسی قسم کے دوسرے تمام نمائشی کاموں میں حصہ لینا' یہ اور ایسے دوسرے تمام کام منکرات میں شامل ہیں جن کا استیصال حکومت کی ذمہ داری ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ حکمت اور جامع منصوبہ بندی کے ساتھ ان کا سدباب کرنے کے لئے حکومت جلد مؤثر عملی اقدامات کرے ـــــ اسی طرح خواتین کے لئے علیحدہ یونیورسٹی اور ساتھ ہی خواتین کے فرائض سے تعلق رکھنے والے مضامین کا نصاب اور علیحدہ کالجوں کا قیام بھی جلد ہونا چاہئے۔ یہ بھی حکومت کی ذمہ داری ہے اور یہ کام معروف کے ذیل میں آئیں گے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ "اگر کسی سرزمین پر اللہ کی قائم کردہ حدود میں سے ایک حد بھی نافذ ہو جائے تو اس سے جو برکت نازل ہو گی وہ چالیس شبانہ روز کی بارش کی برکت سے زیادہ ہو گی"۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد اُس سرزمین یعنی عرب کے پس منظر میں تھا جہاں لوگ بارش کے لئے ترستے تھے اور بارش ان کے لئے بہت ہی بڑی نعمت تھی۔ اس حدیث کا اصل مفہوم یہ ہے کہ اللہ کی قائم کردہ حدود میں سے ایک حد (یا احکام میں سے کوئی حکم) بھی صحیح طور پر

نافذ ہو جائے تو اللہ کی طرف سے بے انتہا برکات کا نزول و ظہور ہوتا ہے۔

ایک ضروری گزارش

یہ فتنہ جو اس زور و شور سے اس وقت اٹھ کھڑا ہوا ہے' جیسا کہ میں نے ابتدا میں عرض کیا تھا' بہت پرانا ہے۔ انگریزوں کے دورِ غلامی میں یہ پیدا ہوا اور جب بھی موقع ملتا ہے' یہ سر اٹھاتا ہے۔ اس ضمن میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم و مغفور نے "پردہ" نامی کتاب قیامِ پاکستان سے قبل لکھی تھی۔ یہ مولانا مرحوم کی اس موضوع پر نہایت مدلل و مؤثر اور معرکتہ الآرا تصنیف ہے۔[۱۹] اسی طرح قیامِ پاکستان کے فوراً بعد اس فتنے نے کافی زور و شور سے سر اٹھایا تھا۔ چنانچہ ۵۰ء میں اس کا سر کچلنے کے لئے مولانا امین احسن اصلاحی نے "پاکستانی عورت دوراہے پر" نامی کتاب لکھی تھی۔ یہ دونوں کتابیں بازار میں دستیاب ہیں۔ ان کا مطالعہ کیجئے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس خیال اور فکر کو وسیع پیمانے پر پھیلایا جائے' اسے عام کیا جائے۔ ہماری تعلیم یافتہ بہنوں اور بھائیوں تک اسے پہنچایا جائے۔ ہماری ایک بہت بڑی تقصیر یہ بھی ہے کہ لوگوں تک دین کی صحیح تعلیمات مدلل طریق پر پہنچانے کی کماحقہ' کوشش سے ہم غفلت برتتے ہیں۔ اس خوابِ غفلت سے ہمیں جاگنا چاہئے اور دین کی صحیح و حقیقی تبلیغ کے لئے کمربستہ ہو جانا چاہئے۔

اب میں اس دعا پر اپنی گفتگو ختم کر رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی راہِ ہدایت دکھائے اور اس ہدایت کو ذہناً اور عملاً قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے تمام بھائی بہنوں کو اس کی توفیق دے کہ وہ دین کو اپنے پیچھے لگانے کے بجائے دین کی پیروی کا عزمِ مصمم کر لیں۔

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَہٗ ' وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلاً وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَہٗ 'اَللّٰھُمَّ وَقِنَا شَرَّ مَا قَضَیْتَ ' فَاِنَّکَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْکَ' اَقُوْلُ قَوْلِیْ ھٰذَا وَاسْتَغْفِرُ اللّٰہَ لِیْ وَلَکُمْ وَلِسَآئِرِ الْمُسْلِمِیْنَ' وَالْمُسْلِمَاتِ' وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

حواشی

(۱) اس ضمن میں کتب احادیث میں جو روایات آئی ہیں کہ آنحضور ﷺ نے عورتوں کو حالتِ

احرام میں چہرے پر نقاب ڈالنے اور دستانے پہننے سے منع فرمایا تھا تو ان کے الفاظ یہ ہیں :
((لَا تَنْتَقِبِ الْمَرْاَۃُ الْمُحْرِمَۃُ وَلَا تَلْبَسِ الْقُفَّازَیْنِ)) (صحیح البخاری' کتاب الحج' باب ما ینھی من الطیب للمحرم والمحرمۃ) ((وَنَھَی النِّسَاءَ فِیْ اِحْرَامِھِنَّ عَنِ الْقُفَّازَیْنِ وَالنِّقَابِ)) (سنن ابی داود' کتاب المناسک' باب ما یلبس المحرم) اس حدیث میں بھی لفظ نقاب موجود ہے۔ (مرتب)

(۲) سنن ابی داؤد' کتاب المناسک' باب فی المحرمۃ تغطی وجھھا

(۳) اس آیت کی رو سے ستر و حجاب کا اہتمام لازم و واجب ہو گیا۔ (مرتب)

(۴) اسی لفظ مستور سے (جو ستر سے بنا ہے جس کے معنی کسی چیز کو چھپانے یا اوٹ میں کرنے کے ہیں) اردو میں خواتین کے لئے "مستورات" کا لفظ مستعمل ہے' غالباً یہ اصطلاح سورۂ بنی اسرائیل کی آیت ۴۵ "حِجَابًا مَّسْتُوْرًا" سے اخذ کی گئی ہے جس میں حجاب کا لفظ بھی موجود ہے اور ستر کا بھی۔ لیکن ہماری جو بہنیں مغربی تہذیب سے مرعوب ہو کر ستر و حجاب کو خیرباد کہہ رہی ہیں ان کے لئے تو اب "مستورات" کی بجائے "مکشوفات" کا لفظ موزوں ترین ہو گا۔ (مرتب)

(۵) صحیح البخاری' کتاب النکاح' باب خروج النساء لحوائجھن

(۶) جلباب ہی تمدنی ترقی کے ساتھ مختلف قسم کے برقعوں اور نقابوں کی شکل اختیار کر گئی ہے۔ برقع اگر واقعی ساتر ہو اور اسے فیشن کا جزو نہ بنا لیا جائے' وہ کسا ہوا نہ ہو اور جسم کے خدو خال کو نمایاں کرنے والا نہ ہو تو یہ جلباب کی ضرورت پوری کر سکتا ہے۔ (مرتب)

(۷) مسند احمد' ح ۸۳۲۱

(۸) صحیح البخاری' کتاب العلم' باب العلم والعظۃ باللیل و دیگر ابواب

(۹) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد مدینہ کا کوئی گھر ایسا نہ تھا جس میں عورتوں نے باریک کپڑے چھوڑ کر اپنے موٹے موٹے کپڑے چھانٹ کر ان کے دوپٹے نہ بنا لئے ہوں (سنن ابی داؤد)۔ اسی سنن ابی داؤد میں دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مصر کی بنی ہوئی باریک ململ کی ایک چادر سے ایک بڑا ٹکڑا ان کو دیا اور فرمایا کہ اس کے ایک حصے سے اپنا کرتہ بنا لینا اور ایک حصہ اپنی بیوی کو دوپٹہ بنانے کے لئے دے دینا' لیکن اس کو تاکید کر دینا کہ "تَجْعَلُ تَحْتَہٗ ثَوْبًا لَّا یصفھا" یعنی اس کے نیچے ایک کپڑا اور لگا لے تاکہ جسم اندر سے نہ جھلکے۔ (مرتب)

(۱۰) جس دوپٹے کا کچھ رواج "روشن خیال" طبقے کی خواتین میں باقی نظر آتا ہے' اس کی حیثیت محض فیشن اور زیب و زینت کے ایک جزو کی ہے۔ (مرتب)

(۱۱) صحیح البخاری' کتاب الحج' باب فضل الحج المبرور

(۱۲) سنن ابی داؤد' کتاب الجهاد' باب فی المراۃ والعبد یحذیان من الغنیمة و مسنداحمد

(۱۳) ابوداؤد' کتاب الصلاۃ' باب ما جاء فی خروج النساء الی المساجد

(۱۴) مسند احمد' ح ۲۶۵۵۰

(۱۵) سنن ابی داؤد' کتاب الصلاۃ' باب الجمعة للمملوك والمراۃ

(۱۶) صحاح ستہ میں شامل سنن ابن ماجہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی خواتین کو عیدین کی نماز کے لئے لے جایا کرتے تھے۔ اسی طرح جامع ترمذی میں ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کنواری اور جوان لڑکیوں اور گھر گھرستنوں اور ایام والی عورتوں کو عیدین میں لے جاتے تھے۔ جو عورتیں نماز کے قابل نہ ہوتیں وہ جماعت سے الگ رہتیں' خطبہ سنتیں اور دعا میں شریک ہوتیں۔ ایک اور روایت میں آنحضور ﷺ نے عیدین میں خواتین کو لانے کی تاکید کی ہے' لیکن دورِ حاضر کے علماء احناف اس کے بالکل قائل نہیں ہیں۔ (مرتب)

(۱۷) الحمد للہ ثم الحمد للہ ہمارے ملک میں ایسے علماء حق' سیاسی و سماجی زعماء' تعلیم یافتہ حضرات و خواتین اور مدیران اخبارات و رسائل بڑی کثیر تعداد میں موجود ہیں جن میں دین کے لئے پوری غیرت و حمیت موجود ہے۔ چنانچہ بعض نظری اختلافات کے باوصف ان سب نے تجدد پسند' مغرب زدہ اور مفاد پرست ایک قلیل لیکن اعلیٰ مناصب پر فائز ہونے کی وجہ سے مؤثر طبقے نے ڈاکٹر صاحب کے خالص اسلامی نقطۂ نظر پر جو شور شرابا اٹھایا تھا' اس کے خلاف عین غیرتِ دینی کے تحت شدید ردعمل کا اظہار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ علامہ اقبال مرحوم نے کیا خوب کہا تھا ؎

نہیں ہے نا امید اقبال اپنی کشتِ ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی! (مرتب)

(۱۸) یہ تو بالکل ایسی ہی جسارت ہو گی کہ جیسے قرآن نے جان بچانے کے لئے مضطر کو مُردار اور ایسی ہی حرام چیزوں کے غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ کی شرط کے ساتھ کھانے کی اجازت دی ہے ــــ اب اضطرار کی اس اجازت کو کوئی مستقل اجازت بنانے کی حرکت کرے تو یہ معاملہ جسارت سے آگے بڑھ کر بغاوت اور طغیان کے زمرے میں آ جائے گا۔ (مرتب)

(۱۹) "پردہ" کے موضوع پر مولانا مرحوم کی یہ کتاب راقم کی رائے میں اتنی جامع اور اس معیار کی ہے کہ اسے تو کالج کی سطح پر باقاعدہ نصابِ تعلیم میں شامل ہونا چاہئے۔ (مرتب)

آیت اللہ رُوح اللہ خمینی کا انقلابِ ایران
اور پاکستانی علماء کے
اسلامی انقلاب کے دعوے ــــــ ایک تقابلی جائزہ

سید عبدالصمد پیرزادہ ☆

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے سہ ماہی علمی و ادبی مجلّے "فکر و نظر" میں شائع ہونے والے ذیل کے مضمون کے مندرجات سے اگرچہ ادارۂ میثاق کو کامل اتفاق نہیں ہے' تاہم صاحب مضمون نے چونکہ امام خمینی کے انقلاب ایران کے تناظر میں پاکستان میں اسلامی انقلاب کے ضمن میں علماء کرام کے کردار کا تجزیہ نہایت جامعیت کے ساتھ اور حقیقت پسندانہ انداز میں کیا ہے' لہٰذا اسے سطورِ ذیل میں ہدیۂ قارئین کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

آیت اللہ روح اللہ خمینی کے اسلامی انقلاب نے اس صدی کی سیاسی اور نظریاتی تاریخ میں ایک گراں قدر باب کا اضافہ کیا ہے۔ جہاں مغرب نے اس انقلاب کو ایک خاص زاویۂ نگاہ سے دیکھ کر اس کے خلاف ایک پُرزور پروپیگنڈہ مہم کا آغاز کیا وہاں اس انقلاب نے اسلامی دنیا میں سیاسی اور اقتصادی آزادی اور اسلامی طرزِ زندگی کے نئے چراغ روشن کئے۔ زیرِ نظر مقالے میں آیت اللہ خمینی کی انقلابی سوچ سے انقلاب کی کامیابی تک کے سفر کو مدِ نظر رکھتے ہوئے یہ سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے کہ آیت اللہ خمینی کی جِدّوجُہد کو کامیابی سے ہمکنار کرنے میں ان کی شخصیت نے کیا کردار ادا کیا' جبکہ پاکستان میں عرصہ دراز سے اسلامی جمہوریہ ایران میں نافذ ہونے والے اسلامی نظام کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا۔ قیامِ پاکستان سے لے کر موجودہ دَور تک اسلامی آئین' اسلامی

☆ ایسوسی ایٹ پروفیسر و صدر شعبہ تاریخ' گورنمنٹ کالج' سیٹلائٹ ٹاؤن' راولپنڈی

قانون اور اسلامی نظامِ حکومت پر مبنی سوچ مذہبی حلقوں میں تسلسل کے ساتھ گردش کرتی رہی۔ اس نے بسا اوقات بڑی سیاسی تحریکوں کا روپ بھی اختیار کیا۔ بڑے پُرکشش نعروں کے پیچھے پاکستان کے فرزندانِ توحید دیوانہ وار لپکے، لیکن اس ساری جِدّوجُہد، جوش اور ولولے کے باوجود جس کامیابی سے ایران مستفید ہوا پاکستان کے فرزندانِ توحید اس کا عشر عشیر بھی حاصل نہ کر سکے۔ امام خمینی کے انقلاب نے پاکستان کی ملت اسلامیہ کی اِس دبی ہوئی سوچ کو پھر سے ایک نئی جہت عطا کی ہے اور عام مسلمان کے سامنے یہ خاکہ بار بار اُبھرنے لگا ہے کہ اسے بھی ایسی ہی باکردار، باصلاحیت اور دینی فکر سے آراستہ قیادت میسر ہو۔ تاہم بظاہر اِس کی کوئی عملی صورت نہیں بن پا رہی۔ اس انقلابی سوچ کے پس منظر کو سمجھنا مقالے کا بنیادی مقصد ہے۔

آیت اللہ خمینی ۲۳ ستمبر ۱۹۰۲ء کو خمین کے ایک گھرانے میں پیدا ہوئے۔ یہ قصبہ تہران سے چند سو کلو میٹر جنوب مغرب میں واقع ہے۔ خمینی کے دادا سید احمد "الہندی" سے موسوم تھے، کیونکہ وہ کچھ عرصہ تک ہندوستان میں قیام پذیر رہے۔ آپ کے والد گرامی آیت اللہ مصطفیٰ اپنے عظیم فرزند کی پیدائش کے پانچ ماہ بعد قتل کر دیئے گئے۔ اس طرح آیت اللہ خمینی نے یتیمی کے عالم میں اپنی ماں اور خالہ کے ہاں پرورش پائی۔ جب روح اللہ کی عمر ۱۶ برس تھی تو اُن دونوں بزرگ خواتین کا انتقال ہو گیا اور یوں ان کی تعلیم و تربیت ان کے برادر بزرگ آیت اللہ سید مرتضیٰ پسندیدہ کی سرپرستی میں ہوئی۔ روح اللہ نے مختلف نادر روزگار علماء سے علوم میں فیض حاصل کیا۔ اس دوران انہیں آیت اللہ منتظری جیسے متبحر عالم کی معیت بھی حاصل رہی جنھوں نے آگے چل کر انقلابِ اسلامی میں اہم کردار ادا کیا، خصوصاً جب روح اللہ کو ایران بدر کر دیا گیا تو آیت اللہ منتظری نے قافلۂ انقلاب کی عنان سنبھالی۔ ۱۹۶۲ء میں روح اللہ نے قم میں شاہ ایران کے خلاف اپنی انقلابی جدوجہد کا آغاز کیا۔[۱]

۱۹۶۳ء میں جب شاہ نے "انقلابِ سفید" کے تحت ایران میں کچھ سیاسی، سماجی اور اقتصادی تبدیلیاں کرنے کا اعلان کیا تو فیضیہ مدرسہ سے خمینی نے ایرانی قوم کے ساتھ اس سنگین دھوکے کی پُرزور مذمت کی۔[۲] شاہ کی حکومت نے مدرسے پر چڑھائی کر دی اور متعدد طلبہ شہید کر دیئے۔ اس کے بعد آیت اللہ خمینی کو تہران میں قید کر دیا گیا۔ ان کی

رہائی کے لئے ملک کے طول و عرض میں احتجاجی جلسے اور جلوس ہوئے۔ شاہ نے عوامی دباؤ کے تحت ۶ اپریل ۱۹۶۴ء کو آیت اللہ کو رہا کر دیا۔ اکتوبر میں جب شاہ نے امریکیوں کو ایرانی قوانین سے استثناء فراہم کیا تو خمینی نے اس کی پُر زور مذمت کا سلسلہ شروع کیا۔ شاہ نے اس غیظ و غضب کے سیلاب کو روکنے کی سکت سے عاری ہوتے ہوئے ۴ نومبر ۱۹۶۴ء کو خمینی کو زیر حراست لے کر ایران بدر کرتے ہوئے ترکی پہنچا دیا۔ اس کے بعد ۱۹۶۵ء میں انہیں نجف اشرف پہنچا دیا گیا جہاں سے خمینی اکتوبر ۱۹۷۸ء میں فرانس میں پیرس کے قریب نوفل لوشاتو نامی جگہ پر منتقل ہو گئے۔ ایران بدری کے دوران روح اللہ کے بڑے بیٹے سید مصطفیٰ کو شاہ کے ایماء پر نجف میں شہید کر دیا گیا۔

ادھر خمینی کی قیادت میں ایران میں انقلاب نے اپنا راستہ متعین کرتے ہوئے ۱۶ جنوری ۱۹۷۹ء کو شاہ کو ایران سے نکلنے پر مجبور کر دیا۔ یکم فروری ۱۹۷۹ء کو آیت اللہ واپس ایران آ گئے اور ۱۰، ۱۱ فروری کو ایران انقلابِ اسلامی سے ہمکنار ہوا اور ایران کی تاریخ میں اسلامی دَور کا آغاز ہوا۔ آئین اسلامی جمہوریہ ایران کی شق ۱۰۷ تا ۱۱۳ میں "ولایتِ فقیہہ" کے زمرے میں آیت اللہ خمینی کی سیاسی حیثیت متعین کر دی گئی جس پر اب ان کے جانشین آیت اللہ خامنہ ای متمکن ہیں۔

۱۹۴۳ء میں شائع ہونے والی اپنی شہرۂ آفاق کتاب "کشف الاسرار" میں خمینی لکھتے ہیں کہ صرف حکومتِ الٰہیہ ہی ایسی حکومت ہے جسے از روئے منطق جائز حکومت قرار دیا جا سکتا ہے اور جس کا ہر اقدام عدل پر مبنی ہو سکتا ہے اور دنیا بھر میں اس کے حقِ حکمرانی کو تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی حکومت کو جیسے چاہے بروئے کار لا سکتا ہے اور جس سے چاہے وہ اپنی سلطنت کو واپس لے سکتا ہے۔ اس حقیقت کو کوئی فاتر العقل ہی جھٹلائے گا۔ خمینی کے نزدیک اللہ کی حاکمیت کے مقابلے میں عصری حکومتوں کی کمتری عیاں ہے۔ اس پس منظر سے واضح ہوتا ہے کہ اسلامی قانون عہدِ جدید کا اعلیٰ ترین قانون ہے اور اس کے نفاذ سے ایک پاک و پاکیزہ معاشرہ قائم ہوتا ہے۔[۳]

خمینی کے نزدیک جو حکومت اس قانونِ خداوندی کی اتباع نہیں کرتی وہ "ظالم اور جابر" کہلاتی ہے۔[۴] اس مظلومیت کے حوالے سے معروف انقلابی دانشور ڈاکٹر علی

شریعتی نے اللہ تعالیٰ کو "مظلومین کا خدا" تحریر کیا ہے۔[۵] محرم الحرام میں نواسۂ رسول امام حسین علیہ السلام ☆ کی یاد منانے کے موقع پر ایک پیغام میں روح اللہ نے کہا کہ امام نے یہ سبق سکھایا ہے کہ اگر حکمران ظلم و استبداد اختیار کریں اور مسلمانوں کی اجتماعی قوت کتنی کمزور ہی کیوں نہ ہو اور اسلام کا وجود خطرے میں پڑ رہا ہو تو ہمیں کسی قربانی سے دریغ نہیں کرنا چاہئے حتیٰ کہ اپنا خون بھی بہانے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔[۶]

اسلامی نظامِ حکومت کی تشکیل اور نفاذِ اسلام میں علماء کا کلیدی کردار ہے۔ آیت اللہ خمینی کے سوانح نگار ڈاکٹر حامد الگر اپنی کتاب میں اسلامی معاشرے میں علماء و فقہاء کے کردار اور حیثیت کا اس طرح تذکرہ کرتے ہیں : فقہاء پیغمبروں کے امانت دار ہیں۔[۷] میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے پیغمبروں کی طرح ہیں۔[۸] اگر علماء ظالموں اور جابروں کے خلاف علم بلند نہ کریں اور سکوت اختیار کریں تو ان کی مذمت کی جائے۔[۹] علماء اللہ کی حکمت کا علم رکھتے ہیں۔[۱۰] علماء احکامِ الٰہی کے امین ہیں۔[۱۱] علماء کو اسلامی معاشرے میں اعلیٰ مقام حاصل ہے۔[۱۲] مسلمان معاشرے میں بدعنوانی کے مرتکب علماء کے عمامے اتار دیئے جائیں۔[۱۳] علماءِ اسلام کا دامن صاف ہوتا ہے۔[۱۴] علماء مسلم ممالک کی آزادی اور اتحاد کے محافظ ہیں۔[۱۵]

درج بالا تصریح سے ایک بات واضح ہوتی ہے کہ اسلامی معاشرے میں علماءِ حق کا فرضِ اوّلین اسلامی تعلیمات کو سربلند کرنا اور باطل کے مقابلے میں بہرصورت اسلامی تعلیمات کی حفاظت کرنا ہے۔ امام خمینی "توضیح المسائل" میں مسلمان معاشرے میں علماء کے کردار کی حدود کا اس طرح تعین کرتے ہیں : اگر علماء سمجھیں کہ "ظالمین اور سلاطین جور سے اُن کا اعراض کرنا ان کے ظلم کی تخفیف کا باعث ہوگا تو واجب ہے کہ اُن سے اعراض کریں"۔[۱۶] اگر علماء کا ظالمین اور سلاطین جور سے میل جول ان کے ظلم کی تخفیف کا سبب ہو تو ملاحظہ کریں کہ آیا اُن سے ترکِ معاشرت کرنا اہم ہے! کیونکہ ممکن ہے کہ ان سے میل جول ان کے عقائد کی کمزوری، ہتک اسلام اور مراجع اسلام کا

☆ ہمارے نزدیک نواسہ رسولؐ حضرت حسین کے لئے رضی اللہ عنہ کے الفاظ زیادہ موزوں ہیں۔ (ادارہ)

سبب بنے گا' یا تخفیف ظلم اہم ہے۔ پس جو اہم ہے اس پر عمل کریں۔[۱۷] اگر علماء کا ظالمین سے میل جول اور معاشرت کسی اہم مصلحت سے خالی ہو تو ان سے میل جول نہ رکھیں' کیونکہ یہ بات ان کے متہم ہونے کا سبب ہے۔[۱۸] ظالمین سے علماء کا ارتباط ان کی تقویت' یا بے خبر لوگوں کی نظر میں ان کی براءت یا ظالمین کی جرأت اور مقامِ علم کی ہتک حرمت کا سبب بنے تو اِس کا ترک واجب ہے۔[۱۹]

امام خمینی نے ان تمام شرعی جواز میں ظالمین اور سلاطین جور سے کسی مصلحت کے بغیر اعراض کرنے کو ترجیح دی اور ایران میں جابر اور ظالم حکمرانوں کی حمایت کے برعکس اسلامی معاشرے کو مسخ ہونے سے بچانے کو اولیت دی۔ چنانچہ ایک فقہی استفسار کے جواب میں امام نے کہا کہ: "وہ قوانین کہ جو مجلس قانون کے کارندوں کے حکم سے (خدا انہیں رسوا کرے) صادر ہوتے رہتے ہیں اور ہو چکے ہیں جو کہ صریحاً قرآن کریم اور سُنّت پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف ہیں' وہ نظر اسلام میں لغو اور نگاہِ قانون میں بے قیمت ہیں اور مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس قسم کا حکم دینے اور رائے رکھنے والوں سے جس طرح بھی ممکن ہو اعراض کریں اور اُن سے میل جول اور معاملہ نہ کریں' وہ مجرم ہیں اور اُن کی رائے پر عمل کرنے والا فاسق ہے"۔[۲۰] ایک اور فتوے میں کہتے ہیں: اگر اسلام میں کوئی بدعت واقع ہو رہی ہو' مثلاً وہ حرام اور منکر چیزیں جنہیں جابر حکومتیں دین اسلام کے نام پر جاری کرتی ہیں' تو واجب ہے کہ علماء ان پر اظہارِ حق اور انکارِ باطل کریں۔ اگر ان کی خاموشی مقامِ علم کی بے حرمتی اور علمائے اسلام کے متعلق سوء ظن کا سبب بنے تو واجب ہے کہ جس طرح بھی ہو اظہارِ حق کریں' اگرچہ انہیں یہ علم ہو کہ تاثیر نہیں ہو گی۔[۲۱] اگر خاموشی منکر کو معروف اور معروف کو منکر بنا دے تو علماء پر واجب ہے کہ اظہار و اعلانِ حق کریں اور خاموش رہنا جائز نہیں۔[۲۲] اگر علماء کی خاموشی ظلم کی تقویت' اس کی تائید یا اس کی باقی محرمات پر جرأت کا سبب بنے تو اظہارِ حق اور انکارِ باطل واجب ہے اگرچہ تاثیر نہ رکھتا ہو"۔[۲۳]

امام نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ایسی صورت میں علماء کی ذمہ داریوں کا ذکر کرتے ہوئے ایک استفسار کے جواب میں فتویٰ دیا کہ: "علمائے اعلام ایّدھم اللّٰہ تعالیٰ پر لازم ہے کہ وہ ان قوانین کے مقابلے میں (جو اسلام اور قانون کی نظر میں بے قیمت ہیں) شدید

اعتراض کریں نہ یہ کہ اصلی مجرم سے رحم کی اپیل کریں۔ تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان قوانین کے مقابلے میں کھڑے ہو جائیں اور ان سے اظہارِ نفرت کریں اور ان مخالف اسلام قوانین پر عمل نہ کریں اور جس طرح بھی ممکن ہو احکامِ اسلام کا دفاع کریں' تاکہ خدانخواستہ تاریک و وحشت ناک مستقبل میں جو اسلام اور مسلمانوں کے لئے سامراج کے کارندے (خدا انہیں رسوا کرے) نظر میں رکھتے ہیں' مبتلا نہ ہوں"۔ [۲۴]

امام خمینی کے اسلامی فکر پر مبنی نظریات کو مدنظر رکھتے ہوئے ڈاکٹر الگر کہتے ہیں کہ اسلامی حکومت قانون کی حکمرانی کا نام ہے۔ اس نظم حکومت میں اقتدار اعلیٰ صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور قانون اس کے حکم کا نام ہے۔ اسلامی قانون اور الٰہی احکام کو افراد اور اسلامی حکومت پر اختیار مطلق حاصل ہے۔ اس معاشرے کا ہر فرد حتیٰ کہ نبی مرسل ﷺ اور ان کے جانشین اس حکم کے تابع ہیں اور یہ سلسلہ ابد تک جاری رہے گا۔ یہ قانون خدائے بزرگ و برتر کی طرف سے اپنے نبی برحق کی زبانِ مبارک سے نازل ہوا۔ اگر پیغمبر اکرم ﷺ نے زمین پر خلیفۃ اللہ کا منصب جلیلہ سنبھالا تو یہ فقط احکامِ الٰہی کے تابع تھا۔ پیغمبرؐ نے زمین پر خلیفۃ اللہ کا منصب اپنے تئیں نہیں سنبھالا تاکہ مسلمانوں پر حکومت کریں۔ اس طرح جب یہ بات مترشح ہوئی کہ پیغامِ الٰہی پر عمل درآمد کرتے وقت اختلافات رونما ہو سکتے ہیں تو فرزندانِ توحید کی ہدایت کیلئے خدائے بزرگ و برتر نے پیغمبرؐ کو اپنے جانشین کے معاملے کو فوری طور پر واضح کرنے کی ہدایت کی اور "میانِ صحرا حضور ﷺ نے امیرالمؤمنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو اپنا وصی مقرر کیا۔" ☆ یہ اعلان اس قانون کی اتباع میں کیا گیا نہ کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے پیغمبر اکرم ﷺ کے داماد کے رشتے یا ان کی اسلام کی خدمات کو مدنظر رکھتے ہوئے۔ [۲۵]

اپنی وصیت میں امام خمینی نے اسلام اور اسلامی حکومت کے متعلق اپنی رائے اس طرح بیان کی۔ ایرانی مسلمانوں اور عالم اسلام کو مخاطب کرتے ہوئے خمینی کہتے ہیں کہ اسلام اور اسلامی حکومت ایسے الوہی حقائق ہیں جن پر عمل درآمد دنیا و آخرت میں فلاح کی بہترین ضمانت ہیں۔ ان سے ناانصافی' لوٹ مار' استبداد اور بدعنوانی کا خاتمہ ہوتا ہے

☆ ہمارے نزدیک غدیر خم کے واقعے کا مسئلہ جانشینی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے! (ادارہ)

اور انسانیت کی مدد کے اعلیٰ مقاصد حاصل ہوتے ہیں۔ یہ ایسا نظریہ ہے جو لادینی نظریات کے برعکس افراد کی زندگی کے تمام گوشوں میں راہنمائی کرتا ہے جن میں سماجی' مادی' روحانی' ثقافتی' سیاسی' فوجی اور اقتصادی شعبے شامل ہیں حتیٰ کہ یہ کسی غیر اہم ترین پہلو کو بھی نظرانداز نہیں کرتا جس کا تعلق انسانوں کی مادی اور روحانی ترقی اور روزمرہ زندگی کے دوران پیش آنے والے مسائل سے یا ان کے حل سے متعلق آگاہی ہی سے کیوں نہ ہو۔[۲۶]

معروف مسلمان مفکر اور فلسفی علامہ محمد اقبال جنہیں ایرانی اپنے اسلامی انقلاب کا ایک اہم نظریاتی ستون قرار دیتے ہیں' جن کے متعلق ایران کے روحانی رہنما آیت اللہ العظمی آقائے خامنہ ای نے کہا : "اقبال کی آرزو یعنی اسلامی جمہوریت نے ہمارے ملک میں جامۂ عمل پہن لیا ہے"۔[۲۷] اقبال مادیت پسند مغربی جمہوریت اور سوشلزم کی پُرزور انداز میں تنقید کرتے ہیں۔ علامہ کا کہنا ہے کہ اسلام میں دین اور سیاست ایک ہی تصویر کے دو رخ ہیں اور اسلام ایک ناقابل تقسیم وحدت ہے۔[۲۸] علامہ ایک روحانی جمہوریت (Spiritual Democracy)[۲۹] کا نظریہ پیش کرتے ہیں جس کی بنیاد قرآن کی تعلیمات اور اسوۂ رسول ﷺ پر رکھی گئی ہو۔

نظریاتی اعتبار سے پاکستانی علماء کی سیاسی تحریک بعینہٖ امام خمینی کی تحریک جیسی ہی ہے۔ اس میں معمولی فقہی اختلافات کے علاوہ اسلامی معاشرے کے قیام اور قرآنی تعلیمات کے فروغ میں کوئی اختلاف نہیں۔ قیامِ پاکستان سے قبل علماء دو گروپوں میں بٹ کر سیاست میں حصہ لے رہے تھے۔ ایک گروپ پاکستان کی خالق جماعت آل انڈیا مسلم لیگ کا ہم خیال تھا جبکہ دوسرا پاکستان مخالف اور انڈین نیشنل کانگریس کا حمایتی تھا۔ اول الذکر علماء کل ہند جمعیت علمائے اسلام اور آل انڈیا سنی کانفرنس اور مؤخرالذکر جمعیت العلمائے ہند سے وابستہ تھے۔[۳۰]

کل ہند جمعیت علمائے اسلام کی قیادت علامہ شبیر احمد عثمانی کے ہاتھ میں تھی۔ جمعیت کے تاسیسی موتمر میں منظور کی جانے والی ایک قرارداد سے مملکت خداداد پاکستان میں نافذ ہونے والے سیاسی نظام کی تصریح کی گئی تھی۔ ملاحظہ ہو ایک اقتباس :

"مؤتمر کل ہند جمعیت علمائے اسلام کا یہ اجلاس اعلان کرتا ہے کہ ملت اسلامیہ کا

سیاسی و دینی نصب العین عالمگیر خلافت اسلامی علیٰ منہاج نبوت محمدی کی تاسیس اور شریعت اسلامیہ کے نظام کا قیام ہے اور لازم و ضروری ہے کہ مسلمان انفرادی و اجتماعی طور پر اس نصب العین کو حاصل کرنے اور تاسیس خلافت کے ذریعہ عالم اسلام کی مرکزیت قائم کرنے کے لئے فی سبیل اللہ جدوجہد جاری رکھیں۔ موتمر اپنے اس ایمان کا اعلان کرتی ہے کہ عالم اسلام کے لئے اس کے علاوہ کوئی مفر نہیں ہے اور انسانیت کی نجات اس کے سوا ممکن نہیں ہے کہ خلافت اسلامیہ علیٰ منہاج نبوت محمد ﷺ کی عالمگیر سلطنت و دستور اس دنیا میں قائم کیا جائے"۔ (۳۱)

ایک ایسی ہی قرارداد کل ہند سنی کانفرنس نے بھی منظور کی۔ ملاحظہ ہو اقتباس :

"آل انڈیا سنی کانفرنس کا یہ اجلاس مطالبہ پاکستان کی پُرزور حمایت کرتا ہے جس کے لئے علماء و مشائخ ہر قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے' تاکہ قرآن و سُنّت نبیؐ اور اسلامی فقہ پر مبنی ایک اسلامی حکومت قائم کی جائے۔" (۳۲)

علامہ عثمانی واحد عالم دین تھے جو پاکستان کی آئین ساز اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ جب آئین ساز اسمبلی نے پاکستان کے آئین کی تدوین کا کام شروع کیا تو علماء نے اسلامی آئین مرتب کرنے کے لئے دباؤ ڈالا۔ اگرچہ آئین کی تدوین میں سنی اور شیعہ علماء کو شامل کیا گیا مگر آئین سازی کا کام علماء کی خواہشات کے مطابق نہ ہوا۔ (۳۳) علماء کی یکے بعد دیگرے کی جانے والی کوششیں بار آور نہ ہوئیں تو بالآخر تمام مکاتیب کے علماء نے کراچی میں ۱۹۵۱ء میں ایک موتمر منعقد کر کے اسلامی آئین سے متعلق ۲۲ نکات مرتب کئے۔ ان کا خلاصہ اس طرح ہے :

اقتدارِ اعلیٰ کی حامل اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ ملک کے قانون کی بنیاد قرآن اور سُنّت نبی ﷺ ہو۔ ریاست اسلامی معاشرت کے اصولوں کو سربلند رکھتے ہوئے معروف کو نافذ اور منکرات پر قدغن لگائے۔ عالم اسلام کے درمیان اتحاد اور بھائی چارے کے جذبات فروغ دیئے جائیں۔ حکومت شہریوں کو ضروریاتِ زندگی بہم پہنچانے کی ذمہ دار ہو۔ انہیں قانون کے تحت حاصل حقوق کی ضمانت دے اور ان قانونی حقوق سے کسی کو محروم نہ کیا جائے۔ مسلمہ فقہی مکاتیب (یعنی شیعہ سنی) کو اپنے قانونی امور پر عمل درآمد کی

اجازت ہو۔ غیر مسلم شہریوں کو مکمل مذہبی اور ثقافتی آزادی حاصل ہو۔ سربراہِ مملکت مسلمان مرد فرد ہو اور اعلیٰ اہلیت اور قوتِ فیصلہ کا مالک ہو جو ملک پر ایک شوریٰ کے ذریعے حکومت کرے۔ سربراہِ مملکت کا انتخاب کرنے والے ادارے کو اس کا مواخذہ کرنے کا اختیار بھی حاصل ہو۔ عدلیہ آزاد ہوگی۔ اسلامی ریاست کے بنیادی اصولوں کی مخالفت پر پابندی ہو اور آئین کی ایسی تشریح کی اجازت نہ ہو جو قرآن اور سنّت نبویؐ کی تعلیمات کے منافی ہو۔[۴۴]

تمام مکاتب فکر کے علماء کے یہ نکات ۱۹۵۶ء کے قانون کا حصہ نہیں بنائے گئے مگر مفتی محمود اور مولانا احمد علی لاہوری جو بعد ازاں جمعیت علمائے اسلام مغربی پاکستان کے مرکزی قائد بنے' نے ۱۹۵۶ء کے آئین کو "علماء اور مسلمان عوام کی بڑی فتح" قرار دیا۔[۳۵] یہاں تک کہ آئین میں علماء کے دو اہم ترین مطالبات کا کوئی ذکر نہیں تھا۔ علماء نبوت کے جھوٹے دعوے دار مرزا غلام احمد قادیانی کے پیرو کاروں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کر رہے تھے' اس سلسلے میں ۱۹۵۱ء میں ایک ملک گیر تحریک بھی چلائی گئی۔ تاہم یہ مسئلہ ۱۹۷۴ء میں بھٹو کے عہد وزارت میں طے ہوا جب آئین میں اس سلسلے میں ایک ترمیم کی گئی۔[۳۶] اس کے علاوہ طریقہ انتخاب کے متعلق بھی کوئی فیصلہ نہیں کیا گیا تھا۔ علماء جداگانہ انتخاب کے حامی تھے۔ معروف قانون دان اے کے بروہی اور محقق انوار سید کے مطابق ۱۹۵۶ء کے آئین میں اسلامی ریاست کے قیام کا وجود موجود نہیں تھا۔[۳۷] ۱۹۵۶ء کے آئین کو نافذ ہوئے تھوڑا عرصہ ہی گزرا تھا کہ اسے منسوخ کر کے جنرل ایوب نے ۱۹۵۸ء میں مارشل لاء لگا دیا۔

جنرل ایوب کے علماء کے متعلق خیالات کچھ زیادہ اچھے نہیں تھے۔ اپنی خود نوشت میں ایوب لکھتے ہیں کہ اسلامی آئین کے بنیادی اصولوں کا تعین نہیں کیا گیا ہے' اس لئے کوئی آئین اس وقت تک اسلامی قرار نہیں پا سکتا جب تک اسے علماء کی حمایت حاصل نہ ہو۔ اسلامی آئین مرتب کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ملک علماء کے حوالے کر دیا جائے۔ بس یہی علماء کی خواہش ہے۔ کوئی آئین صرف اسی صورت میں اسلامی تصور کیا جائے گا جب یہ علماء کا مرتب کردہ ہو' اس میں علماء کو عادلانہ فیصلے کرنے اور حکومت کرنے کا

اختیار دیا گیا ہو۔ ایسا نہ تو لوگ ماننے کے لئے تیار ہیں اور نہ ہی میں۔ یہ بات جمہوری اصول کی نفی کرتی ہے اور تمام اختیار عوام کے پاس ہونے چاہئیں۔[۳۸] اس طرح ایوب خان کی حکومت کی خشت اوّل ہی علماء کی مخالفت پر رکھی گئی۔ بعد ازاں ایوب نے اپنے عہد حکومت میں علماء کی رائے کے مطابق متعدد غیر اسلامی کام کئے۔ ان میں بائیس نکات کو ۱۹۶۲ء کے آئین میں شامل نہ کرنا' خلافِ شریعت خاندانی منصوبہ بندی کے پروگرام پر ایک آرڈیننس کے ذریعے عمل درآمد کرنا' قادیانیوں اور پرویزیوں (غلام احمد پرویز کے پیروکار جنہیں علماء نے قادیانیوں کی طرح دائرہ اسلام سے خارج کر دیا تھا) کی سرپرستی کرنا' ڈائریکٹر اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ڈاکٹر فضل الرحمٰن کو نت نئی غیر اسلامی تاویلیں کرنے کی اجازت دینا' فحاشی' اخلاقی بے راہ روی' سود' جوا' شراب' رقص و سرود اور بدعنوانی کو ترجیح دینا اور علماء پر لاٹھیاں برسانا شامل تھا۔[۳۹] اس کے برعکس جب ۱۹۶۲ء کے آئین میں دوسری ترمیم کابل قومی اسمبلی میں پیش ہوا جس کے تحت صدر انتخابات ہارنے کے باوجود اپنے جانشین کے حلف اٹھانے تک اپنا عہدہ برقرار رکھ سکتا تھا' جب کہ اس سے قبل متعلقہ شق کے تحت انتخابات سے چار ماہ قبل صدر اپنا عہدہ سپیکر کے حوالے کر دینے کا پابند تھا' اس شق کے تحت صدر کے منصفانہ انتخاب کی امید تھی' مگر مفتی محمود جو جمعیت علمائے اسلام پاکستان کے صف اوّل کے راہنما تھے' نے آئینی ترمیم میں صدر کی حمایت کی۔[۴۰] جمعیت علمائے پاکستان کے رہنماؤں صاجزادہ فیض الحسن' مولانا ابو البرکات قادری اور صدر مرکزی جمعیت المشائخ پاکستان نے بھی ایوب خان کی پُرزور انداز میں حمایت کی۔ پیر عبد المجید دیول شریف نے ۱۹۶۵ء کے انتخابات میں صدر ایوب کے حق میں فتویٰ دیا جب صدر کے انتخاب کے لئے وہ محترمہ فاطمہ جناح کا مقابلہ کر رہے تھے۔[۴۱]

۱۹۶۹ء میں جنرل ایوب کی اقتدار سے علیحدگی کے بعد جنرل یحییٰ خان نے پہلی مرتبہ ۱۹۷۰ء میں بالغ رائے دہی کی بنیاد پر انتخابات کروائے جن کے بعد ۱۹۷۱ء میں پاکستان کے دولخت ہونے کا واقعہ پیش آیا اور بالآخر سابق مغربی پاکستان اور موجودہ پاکستان میں ذوالفقار علی بھٹو کے اقتدار کا آغاز ہوا۔ ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں جمعیت علمائے اسلام پاکستان' جمعیت علمائے پاکستان اور جماعت اسلامی نے قومی اسمبلی میں نمائندگی حاصل کی۔

بھٹو کے دور میں اپوزیشن نے بھرپور کردار ادا کیا۔ قائد جمعیت مفتی محمود نے بھٹو کے پاکستان بھر کے لیڈر ہونے کو چیلنج کیا کیونکہ پیپلزپارٹی کو سرحد اور بلوچستان میں اکثریت حاصل نہ تھی۔ [۴۲] بھٹو کے عہد وزارت میں جمعیت علمائے اسلام پاکستان نے سرحد اور بلوچستان میں نیشنل عوامی پارٹی کے ساتھ مل کر مخلوط وزارت تشکیل دی۔ مفتی محمود سرحد میں وزیر اعلیٰ بنائے گئے۔ مفتی محمود اور بھٹو کی مرکزی حکومت کے ساتھ تعلقات کشیدہ رہے۔ اگرچہ قومی اسمبلی میں جمعیت علمائے اسلام اور دیگر مذہبی جماعتیں نہایت قلیل تعداد میں ہونے کے باوجود ۱۹۷۳ء کے آئین میں کچھ اسلامی شقیں شامل کروانے میں کامیاب ہوگئیں مگر زیادہ تر اپوزیشن اور مرکزی حکومت کے ساتھ تعلقات خراب ہی رہے۔ مفتی محمود قومی اسمبلی میں قائد حزب اختلاف بھی تھے۔ انہوں نے بھٹو کے عہد میں آئین میں کی جانے والی مختلف ترامیم کو ہدف تنقید بنایا جن کے تحت آئین کی ساٹھ شقوں میں ترمیم کی گئی۔ [۴۳] ان کے نقطۂ نظر کی حمایت جماعت اسلامی کے ارکان پروفیسر غفور احمد اور محمود اعظم فاروقی نے بھی کی۔ [۴۴]

اسلامی آئین' اسلامی نظامِ حکومت اور مذہبی جماعتوں کے عوام سے کئے گئے اسلامی منشور کے دعوؤں کا ایک بڑا حصہ بھٹو عہد میں مرتب ہونے والے آئین ۱۹۷۳ء میں منظور نہیں کیا گیا۔ تاہم تمام مذہبی جماعتوں نے آئین کی متفقہ منظوری کے حق میں ووٹ دیا۔ جمعیت علمائے اسلام پاکستان کے ایک مرکزی قائد اور رکن قومی اسمبلی مولانا غلام غوث ہزاروی نے آئین کی منظوری پر صدر بھٹو کو مبارک باد بھی دی۔ [۴۵]

مذہبی جماعتوں اور بھٹو وزارت کے کشیدہ تعلقات کی موجودگی میں مارچ ۱۹۷۷ء کے انتخابات منعقد ہوئے۔ پاکستان پیپلزپارٹی نے حسب سابق اپنے منشور میں "سوشلزم ہماری اقتصادیات ہے" کا اعلان کیا۔ [۴۶] پاکستان پیپلزپارٹی کی انتخابی مہم میں مولانا احتشام الحق تھانوی' مولانا عبدالحکیم (۱۹۷۰ء میں جمعیت علمائے اسلام کے ٹکٹ پر منتخب ہوئے تھے)' مولانا سعادت علی قادری' شیعہ مجتہد علامہ مفتی نصیرالاجتہادی اور جمعیت علمائے پاکستان کے صاحبزادہ نذر دیوان کی مکمل حمایت بھی حاصل تھی۔ مفتی نصیرالاجتہادی مجتہد اور سولہ دوسرے شیعہ علماء نے شیعہ ووٹروں کو پاکستان پیپلزپارٹی کو ووٹ دینے کی اپیل بھی کی۔ ان کا مدعا یہ تھا کہ علماء بشمول مفتی محمود' مولانا شاہ احمد نورانی اور مولانا ابوالاعلیٰ

مودودی جو اپنی سیاسی جماعتوں میں شیعہ کو نمائندگی نہیں دیتے' دراصل شیعہ کے خلاف ایک سازش کر رہے ہیں۔[۴۷] تاہم ایک اور شیعہ عالم سید محمد رضی مجتہد نے اپنے بیان میں کہا کہ شیعہ ووٹر جسے چاہیں ووٹ دیں۔[۴۸]

حزب مخالف کی جماعتیں پاکستان قومی اتحاد کے پلیٹ فارم سے انتخاب لڑ رہی تھیں۔ اتحاد میں جمعیت علمائے اسلام پاکستان کا مفتی گروپ (جمعیت کا دوسرا گروپ جس کی قیادت مولانا ہزاروی کر رہے تھے اتحاد میں شریک نہیں ہوا) جمعیت علمائے پاکستان' جماعت اسلامی پاکستان اور چھ دیگر جماعتیں شامل تھیں۔[۴۹] پاکستان قومی اتحاد کے منشور کی نوعیت اسلامی تھی۔ اس کا مدعا ملک میں اسلامی معاشرت کا قیام عمل میں لانا تھا۔ انتخابات میں دو سو نشستوں میں سے پاکستان پیپلزپارٹی نے ایک سو پچپن اور پاکستان قومی اتحاد نے ۳۵ نشستیں حاصل کیں۔ قومی اتحاد نے قومی اسمبلی کے نتائج میں بڑے پیمانے پر دھاندلی کا الزام لگایا اور صوبائی اسمبلی کے انتخابات کا کامیابی کے ساتھ بائیکاٹ کیا۔ اس کے بعد دھاندلی کے خلاف ملک گیر احتجاج کا سلسلہ شروع کیا جس کے نتیجے میں بھٹو کی حکومت بے بس ہو گئی۔ پاکستان قومی اتحاد کے سربراہ مفتی محمود نے بھٹو سے اپنی تمام شرائط منوالیں۔ تاہم سمجھوتے سے قبل ۵ جولائی ۱۹۷۷ء کو جنرل ضیاء الحق نے مارشل لاء لگا دیا۔

بھٹو کو اپنے دور میں آئین میں پے در پے ترامیم اور دھاندلی کا الزام لگانے والے پاکستان قومی اتحاد کے قائد مفتی محمود اور مولانا مودودی کی جماعت اسلامی نے جنرل ضیاء الحق کی حکومت میں وزارتیں سنبھال لیں اور یہ سلسلہ جنرل ضیاء کے گیارہ سال دور حکومت میں جاری رہا۔ اس دور میں ان دونوں جماعتوں کو جنرل ضیاء کی پالیسیوں میں آئین سے انحراف کا احساس نہیں ہوا۔ جنرل ضیاء کی حکومت کو سپریم کورٹ نے نظریۂ ضرورت کے تحت جائز قرار دیا تاہم سپریم کورٹ نے انتخابات کی باقاعدہ تاریخ مقرر نہیں کی اور یوں جنرل ضیاء ۱۹۸۸ء تک ۱۹۷۳ء کے آئین کے تحت انتخاب کرانے کے جھوٹے وعدے کرتے رہے۔ مولانا شاہ احمد نورانی کی جمعیت علمائے پاکستان نے تاہم حکومت میں شرکت سے معذوری ظاہر کی۔ جنرل ضیاء نے ایک نامزد غیر سیاسی "مجلس شوریٰ" بھی بنائی جس میں علامہ نصیر الاجتہادی اور طب کے شعبے سے منسلک "عالم دین"

ڈاکٹر اسرار احمد بھی شامل تھے جنہوں نے ۱۹۸۵ء کے غیر سیاسی بنیادوں پر انتخاب تک ضیاء الحق کی حمایت کا سلسلہ جاری رکھا۔☆

اگست ۱۹۸۸ء میں فضائی حادثے میں جنرل ضیاء کے ہلاک ہونے کے بعد ۱۹۸۸ء میں انتخابات ہوئے اور پاکستان پیپلز پارٹی نے سوشلسٹ پروگرام کی بنیاد پر انتخابات جیت لیا اور بے نظیر بھٹو نے حکومت بنائی۔ اگست ۱۹۹۰ء میں بدعنوانی اور مالی بے ضابطگیوں کے بعد قومی اسمبلی توڑ دی گئی اور اسلامی جمہوری اتحاد نے انتخاب جیت لئے اور میاں محمد نواز شریف نے وزارتِ عظمیٰ کی ذمہ داریاں سنبھال لیں۔ ۱۹۹۳ء میں جب پھر صدر نے اسمبلی توڑ دی تو عدالت عالیہ نے نواز شریف کی حکومت بحال کر دی، لیکن تھوڑے ہی عرصہ کے بعد نواز شریف کے استعفے کے بعد ۱۹۹۳ء میں نئے انتخابات ہوئے اور بے نظیر بھٹو دوسری مرتبہ وزارتِ عظمیٰ کے عہدے پر فائز ہوئیں۔ بے نظیر بھٹو کی حکومت نے (پہلی وزارت کے دوران) سلمان رشدی کی مسلم آزار کتاب Satanic Verses کے خلاف اسلام آباد میں امریکن سینٹر کے قریب مظاہرین پر پولیس کی طرف سے فائرنگ کی۔ متعدد مظاہرین شہید ہو گئے۔

بے نظیر بھٹو نے ثقافت اور آزاد خیالی کے زیر اثر ٹیلی ویژن کے ذریعے عریانی اور بداخلاقی اور مذہب کے خلاف پروپیگنڈے کو خصوصیت کے ساتھ پروان چڑھایا۔ بے نظیر حکومت کے ساتھ جمعیت علمائے اسلام پاکستان کے ایک سابقہ راہنما مولانا سراج دین پوری اور قائد تحریک جعفریہ مولانا ساجد علی نقوی آخری وقت تک منسلک رہے۔ بے نظیر کے دوسرے عہد میں آزاد خیالی اور فحاشی کو بطور خاص پذیرائی دی گئی۔ ٹیلی ویژن

☆ صاحب مضمون کی یہ بات دو اعتبارات سے خلاف واقعہ ہے۔ امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے بارے میں یہ بات سب جانتے ہیں کہ وہ جنرل ضیاء الحق مرحوم کی نامزد کردہ مجلس شوریٰ کے دوسرے ہی اجلاس کے بعد استعفادے کر شوریٰ سے باہر آ گئے تھے۔ ان کا شوریٰ میں قیام صرف دو ماہ پر محیط تھا۔ مجلس شوریٰ میں شرکت کے دوران بھی وہ ملک میں سیاسی جمہوری عمل کے تعطل کے حوالے سے جنرل ضیاء پر شدید تنقید کرتے رہے جس کا سلسلہ بعد میں بھی جاری رہا۔ نیز ہماری معلومات کی حد تک مجلس شوریٰ میں شیعہ عالم علامہ نصیر الاجتہادی کو نہیں بلکہ سید رضی مجتہد کو شامل کیا گیا تھا۔

نے اپنے میوزک پروگرام میں کھلم کھلا اسکول کے نوجوان طلبہ (لڑکے اور لڑکیوں) کی فلمی نغموں کی دھن پر جنسی مناظر کی اداکاری دکھائی۔ ناموس رسول ﷺ مجروح کرنے کے الزام میں عیسائی ملزموں کو جنہیں عدالت نے ضمانت پر رہا کیا تھا' بیرونِ ملک جانے کا موقع فراہم کیا۔ اس دوران کلچر اور ثقافت کے نام پر عریانی اور بے راہ روی کو عام کرنے کے لئے ایک باقاعدہ منصوبہ تشکیل دیا گیا۔

چنانچہ مرکزی کابینہ کے رکن اور قومی کمیشن برائے تاریخ و ثقافت کے سربراہ فخر زمان نے حکومت کی نگرانی میں لادینیت' عریانیت اور فحاشی کی داغ بیل ڈالنے اور پاکستان کی نظریاتی اساس کو سیکولر اور اسلام دشمن رنگ میں رنگنے کے لئے ایک "کلچر پالیسی" تشکیل دی۔ اس میں کہا گیا کہ پاکستان کی ثقافت اس کے دریاؤں' پہاڑوں' میدانوں' صحراؤں' جانوروں' درختوں' پھولوں' بدھ مت کی تاریخ میراث آریائی روایتوں' ایرانی اور یونانی اثرات' ویدوں' ہندوؤں اور زرتشتیوں کے مذہبی اثرات سے عبارت ہے۔ (۵۰) اور یہ کہ "حکومت کے ذریعے مسلط ہونے والے مذہب (یعنی اسلام) کو عوام نے رد کر دیا ہے۔ اور جہاں لوگ مذہب پر عمل کریں وہاں ریاست امن اور برداشت قائم نہیں کر سکتی۔ (۵۱) ضرورت اس امر کی ہے کہ ادب' تعمیرات' کھیلوں' موسیقی' رقص' عوامی پیشوں' ناچ گانے' تصویر کشی' فلم اور ٹیلی ویژن کو ترجیح دی جائے اور مقامی اور غیر ملکی فلموں کے کاروبار میں باقاعدگی پیدا کی جائے۔ (۵۲)

پالیسی میں قائداعظم اور اقبال کو سیکولر نظریات کے پیرو کار کے طور پر پیش کیا گیا' جبکہ صورتِ حال اس کے برعکس تھی۔ یاد رہے کہ جب نہرو نے آل انڈیا مسلم لیگ کو تنہا کرنے کے لئے مسلمانوں کے ساتھ عوامی رابطہ مہم کا آغاز کیا تاکہ مسلمانوں کے اقتصادی مسائل حل کریں تو اقبال نے قائداعظم کو لکھا کہ مسلمانوں کے نزدیک ان کا ثقافتی مسئلہ زیادہ اہم ہے جسے وہ کسی صورت قربان نہیں کریں گے۔ علامہ نے کہا کہ مسلمانوں کے اقتصادی مسائل کا حل صرف شریعت محمدیؐ کے نفاذ میں ہے۔ (۵۳) قائداعظم نے بار بار اسلامی ثقافت کے فروغ کی بات کی۔ انہوں نے کہا ہم اسلامی ثقافت کے احیاء کی طرف قدم بڑھائیں گے۔ (۵۴) ہمارا مقصد اس آزادی' بھائی چارے اور مساوات کا حصول ہے جو اسلام نے ہمیں عطا کی ہے۔ (۵۵) ہماری نجات عظیم قانون عطا کرنے والے پیغمبر اسلام

ﷺ کے سنہری اصولوں کو اپنانے میں ہے۔[56] اور پاکستان بنیادی طور پر ایک اسلامی ریاست ہے۔[57]

بے نظیر حکومت کے اس سیکولر اور لادینی انداز کے باوجود اسلامی انقلاب کے مدعی مولانا فضل الرحمن آخر تک پیپلزپارٹی کی مخلوط حکومت میں شامل رہے۔ وزیراعظم محمد نواز شریف نے ۱۹۹۰ء کے انتخابات میں اسلامی نظامِ حکومت کے نفاذ کے وعدے پر لوگوں سے ووٹ حاصل کئے مگر اپنے عہد وزارت میں ان کی حکومت نے امتناع سود کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل کر دی۔ اس کے علاوہ اسلامی جمہوری اتحاد کی ایک رکن جماعت (جمعیت علمائے پاکستان نیازی گروپ) کے رہنما اور کابینہ کے رکن مولانا عبدالستار خاں نیازی کی اسلامی نظامِ حکومت سے متعلق سفارشات کو عملی شکل نہیں دی گئی۔ اس کے باوجود مولانا نیازی نواز شریف کی کابینہ میں شریک رہے۔ اسلامی جمہوری اتحاد کی ایک اور رکن جماعت (جمعیت علمائے اسلام سمیع الحق گروپ) نے بھی نواز شریف حکومت کے ساتھ تعاون جاری رکھا۔ تاہم جماعت اسلامی پاکستان نے حکومت سے علیحدگی کا فیصلہ کیا مگر جماعت اسلامی نے اسلامی جمہوری اتحاد کے پلیٹ فارم سے جیتی ہوئی نشستوں سے استعفا نہیں دیا۔

تجزیہ

بقول خامنہ ای : "خمینی ظالموں کے سنگ دل دشمن اور بے چاروں اور محروموں کے خادم تھے"[58]۔ امام خمینی اور پاکستان کی سیاست میں سرگرم علماء کے تقابل سے ایک بات ظاہر ہوتی ہے کہ پاکستان کے علماء جن میں شیعہ 'سنی' دیوبندی' اہل حدیث اور مشائخ اور مولانا مودودی کی جماعت اسلامی سبھی شامل ہیں' نے کبھی بھی امام خمینی کی طرح اصولی سیاست نہیں کی اور فقط اسلامی ریاست کے قیام کو اپنا مطمح نظر نہیں بنایا' بلکہ انہوں نے ہمیشہ مصلحت کو اپنا واحد ہتھیار بنایا اور حکومتوں کی غیر اسلامی روش کے باوجود ان کے حلیف بنے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان میں اسلامی نظام حکومت کے نفاذ کے متعلق کوئی خاطر خواہ کامیابی حاصل نہیں کی جا سکی۔ یہ کہنا بڑی حد تک درست ہے کہ ماضی قریب میں بے نظیر حکومت کی خلافِ شریعت پالیسیوں کے باوجود اس کے ساتھ مذہبی جماعتوں کی

قربت نے در حقیقت پاکستان میں مذہبی جماعتوں کے کردار یعنی نفاذِ اسلام کی تحریک کو تقریباً ختم کر دیا ہے۔

پاکستانی علماء کا فرقہ وارانہ انداز اس سلسلے میں ایک اور بڑی رکاوٹ ہے۔ اگرچہ ایران میں شیعہ سنی تناسب اس قدر مضبوط نہیں' تاہم امام خمینی نے انقلاب کے سفر میں شیعہ سنی ہردو کی قیادت کی۔ پاکستان میں صورتِ حال اس کے برعکس ہے۔ فرقہ وارانہ جماعتوں اور ان کے راہنماؤں کی شخصیت دوہری ہے۔ جب وہ اپنے پلیٹ فارم پر گفتگو کرتے ہیں تو ان کا انداز فرقہ وارانہ ہوتا ہے مگر جب سب مل کر بیٹھتے ہیں تو اپنے انداز کو مشرف بااسلام کر لیتے ہیں۔ عام آدمی اب علماء کے اس انداز کو سمجھ چکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب مذہبی جماعتوں کی سیاسی حمایت کا گراف بڑی تیزی کے ساتھ گرا ہے۔ جماعت اسلامی کا طریقہ کار بھی ایسا ہی ہے۔ جماعت کو تمام مکاتب فکر (کے علماء) علماء کی جماعت نہیں سمجھتے۔ جماعت اسلامی کو اپنے ارکان کے "صالح"[۵۹] ہونے کا زعم ہے اور وہ اپنا سیاسی کمال استعمال کر کے سنی' دیوبندی اور شیعہ کی متفقہ قوت کے بل بوتے پر سیاسی طاقت حاصل کرنا چاہتے ہیں' مگر ان کی اگلی منزل مولانا مودودی کی "سیاسی سوچ پر مبنی انقلاب ہے نہ کہ متفقہ سوچ پر مبنی انقلاب"۔

جماعت اسلامی کی جنرل ضیاء کی غیر آئینی آمریت کے ساتھ مکمل ہم آہنگی اور بعدازاں اس کے قائد قاضی حسین احمد کی صدر فاروق لغاری کے ساتھ (بے نظیر کی دوسری وزارت کے دوران) قربت نے ۱۹۹۳ء کے انتخابات میں جماعت کے پاکستان اسلامک فرنٹ کی مقبولیت کے بت کو پاش پاش کر دیا۔ شاید اسی صدمہ کے نتیجے میں جماعت نے ۱۹۹۷ء کے انتخابات نہ لڑنے کا فیصلہ کیا۔ اگرچہ شیعہ اور دیوبندی فرقوں کے ایک سیاسی گروہ کے مابین گزشتہ چند سالوں سے جو خونیں فساد چل رہا ہے اس سے عامتہ الناس سخت بیزار ہیں اور ان کی فرقہ وارانہ سیاست سے دلچسپی باقی نہیں رہی' لیکن ایک حقیقی اسلامی انداز اختیار کرنے کے لئے کافی وقت درکار ہو گا۔ موجودہ علماء کی صفوں میں کوئی ایسی شخصیت نظر نہیں آتی جو اس عظیم مقصد کے لئے ملت مسلمہ پاکستان کو اکٹھا کر سکے۔

سیاسی رہنماؤں' اساتذہ' اہل علم اور زندگی کے بیشتر دیگر شعبوں سے منسلک ماہرین کی طرف سے بار بار اس بات کا اعادہ کہ "خمینی آ رہا ہے اور پاکستان کے مسائل کا حل

خمینی ہی ہے" اس بات کی جانب پُر زور اشارہ ہے کہ عام آدمی کے نزدیک پاکستان کے مسائل کا حل صرف ایک ایسے عالم دین یا شخصیت کے ذریعے ممکن ہے جس کی مماثلت امام خمینی سے ہو۔ تاہم موجودہ حالات میں ایسے کردار کا سامنے آنا مستقبل قریب میں ممکن نہیں ہے۔

حوالہ جات

۱) قم کا فیضیہ مدرسہ روح اللہ کے استاد محترم عبدالکریم حائری کے درس و تدریس کے باعث ایرانیوں کے دلوں میں مینارۂ نور بنا۔ آیت اللہ صدر، آیت اللہ حجت، آیت اللہ خونساری اور آیت اللہ بروجردی کے بعد اس عظیم روحانی اور علمی مسند پر آیت اللہ خمینی متمکن ہوئے۔

۲) یہ مدرسہ ۱۹۷۵ء میں شاہ کی حکومت نے بند کر دیا۔ انقلاب کے بعد اسے دوبارہ کھولا گیا۔

۳) *"A Warning to the Nation" 1943. quoted in Imam Khomeini, tr.Hamid Algar, Islam and Revolution : Writings and Declarations , London, 1981, p.170*

۴) *Ibid, p. 169*

۵) *Dr. Ali Shari'ati, Ed. Farhang Rajaee, (Foreword John L. Esposito), What Is To Be Done, Institute for Research and Islamic Studies, Houston, 1986, p. 27, fn 1.*

۶) *Algar, p. 242*

۷) *Ibid., p. 81*

۸) *Ibid., p. 101*

۹) *Ibid., p. 119*

۱۰) *Ibid., p. 121*

۱۱) *Ibid., p. 123*

۱۲) *Ibid., p. 140*

۱۳) *Ibid., p. 145*

۱۴) *Ibid.*

۱۵) *Ibid., p. 192*

۱۶) امام خمینی، مترجم علامہ سید صفدر حسین نجفی، توضیح المسائل، تہران، ۱۴۰۴ھ، ص ۴۳۷

۱۷) ایضاً

۱۸) ایضاً

۱۹) ایضاً' ص ۴۳۸

۲۰) ایضاً' ص ۴۴۲

۲۱) ایضاً' ص ۴۴۳

۲۲) ایضاً .

۲۳) ایضاً

۲۴) ایضاً' ص ۴۴۲' ۴۴۳

۲۵) *Algar, p. 56*

۲۶) *Imam's Final Discourse, Ministry of Guidance and Islamic Culture, Islamic Republic of Iran, n.d., n.p., pp 16-17*

۲۷۔ حضرت آیت اللہ العظمیٰ خامنہ ای' مترجم ڈاکٹر سید محمد اکرم' اقبال مشرق کا بلند ستارہ' دفتر ثقافتی نمائندہ' اسلامی جمہوریہ ایران' اسلام آباد۔ نومبر ۱۹۹۲ء' ص ۹ —— یہ مقالہ انہوں نے علامہ اقبال بین الاقوامی کانگریس منعقدہ تہران یونیورسٹی' مارچ ۱۹۸۶ء میں پیش کیا۔

۲۸) *Allama Muhammad Iqbal, The Reconstruction of Religious Thought in Islam , Lahore : Sheikh Muhammad Ashraf, 1968, p. 154*

۲۹) *Ibid., p. 180*

۳۰) علماء کی سیاسی تحریک کی تفصیل کے لئے دیکھیں : ایچ بی خان' برصغیر پاک و ہند کی سیاست میں علماء کا کردار' اسلام آباد' ۱۹۸۵ء

Ziyaul Hasan Faruqi, The Deoband School and the Demand for Pakistan, Bombay, 1963.

Ishtiaq Husain Qureshi, Ulema in Politics, Karachi : Maaref, 1972

محمد جلال الدین قادری' خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس ۱۹۲۵ء تا ۱۹۴۷ء' گجرات' ۱۹۷۸ء

۳۱) سید عبدالصمد پیرزادہ' "علامہ شبیر احمد عثمانی اور تحریک پاکستان" فکر و نظر' سہ ماہی مجلہ' ادارہ تحقیقات اسلامی' الجامعۃ الاسلامیۃ العالمیۃ' اسلام آباد' جلد ۲۶' اپریل۔ جون ۱۹۸۹ء' شمارہ ۴' ص ۹۹

۳۲) قادری' ص ۱۰۹

۳۳) علماء کو اسمبلی کے ذیلی ادارے بورڈ آف تعلیمات اسلامیہ سے وابستہ کیا گیا جس کا مقصد آئین کی اسلامی خطوط پر تدوین کرنا تھا' اس کی رپورٹ کے لئے دیکھیں :

Leonard Binder, Religion and Politics in Pakistan, London : 1963, pp 383-429

۳۴) *Answers to Constitution Commission's Questionnaire Unanimously Formulated in a meeting of Nineteen Ulama held at Jamia Ashrafia, Lahore on 5th and 6th May 1960 and Basic Principles of an Islamic State, Lahore, n.d, pp32-36*

۳۵) دعوتی خط مورخہ ۷/ اکتوبر ۱۹۵۶ء جس کے تحت ملتان میں دیوبندی علماء کا کنونشن طلب کیا گیا۔

۳۶) علماء کی ختم نبوت تحریک میں تفصیل کے لئے دیکھیں :

Justice M. Munir, Justice M. R. Kiyani, Report of the Court of Inquiry Constituted Under the Punjab Act II of 1954 to Enquire into the Punjab Disturbances of 1953, Official Publication. (1954)

ترمیم کے لئے دیکھیں:

The Constitution of the Islamic Republic of Pakistan Official Publication, Islamabad, 1989, p. 190

۳۷) *A.K. Brohi, Fundamental Law of Pakistan, Karachi, 1958, pp. 740, 782-784*

Anwar Syed, Pakistan : Islam, Politics and National Solidarity, Lahore, 1984, pp. 97-98

۳۸) *Muhammad Ayub Khan, Friends not Masters, Oxford, 1967, pp. 203-204*

۳۹) ہفت روزہ ترجمان اسلام، ۱۰ جنوری ۱۹۶۹ء، ص ۳، ۴۔ ایضاً، ۱۷ جنوری ۱۹۶۹ء، ص ۱۶، مفتی محمود نمبر، ماہنامہ قومی ڈائجسٹ، لاہور، فروری ۱۹۸۱ء، ص ۲۳۷، ۲۳۸

۴۰) *The Constitution of Islamic Republic of Pakistan, Karachi, 1968, pp. 165-168*

۴۱) تفصیل کے لئے دیکھیں :

Mujeeb Ahmad, Jam'iyyat Ulama-i-Pakistan : 1948 - 1979 Islamabad, 1993. pp. 20-32

۴۲) *Daily Pakistan Times, Lahore, March 16, 1971.*

۴۳) *National Assembly of Pakistan Debates, Vol. VIII, No. 19, September 3, 1976, Official Report, 590 - 597 Hereafter Debates.*

۴۴) *Ibid., pp. 524 - 586*

۴۵) *Ibid., Vol II, No. 35, April 9, 1973, 2385 - 2392*

۴۶) *Daily Dawn, Karachi, January 25, 1977, pp. Safdar Mir, "On PPP Manifesto-II" Daily, Pakistan Times, Rawalpindi, January 28, 1977. For earlier part see Ibid., January 27, 1977.*

۴۷) *Dawn, March 5, 1977.*

۴۸) *Ibid., March 2, 1977*

۴۹) *Mujeeb, p. 171, fn 12.*

۵۰) *The Cultural Policy of Pakistan, National Commission on History and Culture, Ministry of Culture, Sports and Tourism, Government of Pakistan, Islamabad, 1995, pp. 24-25*

۵۱) *Ibid., p. 40*

۵۲) *Ibid., pp. 42, 47*

۵۳) *Letters of Iqbal to Jinnah (Foreword by M. A. Jinnah) 1956, pp 13 - 14, 17 - 18*

۵۴) *Quaid-i-Azam Muhammad Ali Jinnah : Speeches as Governor General of Pakistan, Karachi, n.d., p. 16*

۵۵) *Ibid., p. 19*

۵۶) *Ibid., p. 56*

۵۷) *Ibid., p. 63*

۵۸) *Discourse on the Permanency of Revolution, tr. Dr. Azar Paridani, Ministry of Guidance and Islamic Culture, Islamic Republic of Iran, n.d., n.p., p. 27*

۵۹) سید ابوالاعلیٰ مودودی، "تحریک آزادی ہند اور مسلمان" حصہ دوم، لاہور ۱۹۷۶ء، ص ۲۳۱-۲۵۴

مسلمان کا طرزِ حیات (۱۶)

علامہ ابو بکر الجزائری کی شہرۂ آفاق تالیف

"منہاجُ المُسلم" کا اردو ترجمہ

مترجم : مولانا عطاء اللہ ساجد

کتاب العقائد

سترھواں باب

صحابہ کرامؓ کی محبّت کے وجوب اور ان کی افضلیت پر ایمان اور ائمہ دین کے احترام اور حکام کی اطاعت کے وجوب پر ایمان

ایک مسلمان کا یہ ایمان ہوتا ہے کہ جنابِ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام اور آل بیت رضی اللہ عنہم سے محبّت کرنا فرض ہے۔ یہ حضرات باقی تمام مؤمنوں اور مسلمانوں سے افضل ہیں، لیکن خود ان کے اندر افضلیت میں فرق ہے۔ یعنی بعض صحابہ کرام دیگر صحابہ کرام سے افضل ہیں۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے افضل ترین مقام چاروں خلفائے راشدین کو حاصل ہے۔ اور وہ جناب ابو بکر، جناب عمر، جنابِ عثمان اور جنابِ علی رضی اللہ عنہم ہیں۔ ان کے بعد عشرۂ مبشرہ کا درجہ ہے، یعنی وہ دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کو زندگی میں جنت کی خوشخبری دی گئی۔ عشرۂ مبشرہ میں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے علاوہ مندرجہ ذیل اصحاب شامل ہیں۔ طلحہ بن عبید اللہ، زبیر بن عوام، سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید، ابو عبیدہ عامر بن جراح اور عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم۔ عشرۂ مبشرہ کے بعد وہ دیگر صحابہ کرام افضل ہیں جن کو مختلف مواقع پر جنت کی خوشخبری دی گئی ہے، مثلاً حضرت فاطمہ زہراء، حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت ثابت بن قیس، حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہم۔ ان حضرات کے بعد بلند ترین مقام حاصل ہے بیعت رضوان میں شریک ہونے والے صحابہ کرام کو جن

کی تعداد ایک ہزار چار سو صحابہ کرام ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

اہلِ اسلام کا یہ بھی ایمان ہے کہ ائمہ دین کا احترام واجب ہے اور ان کا نام ادب سے لینا ضروری ہے۔ ان میں وہ تمام حضرات شامل ہیں جنہیں دین کی تعلیم و تبلیغ میں بلند مقام حاصل ہے' مثلاً تابعین اور تبع تابعین میں سے ہونے والے علمائے قراءت' فقہاء' محدثین' مفسرین وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ ان سب پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔

اسی طرح مسلمان کا فرض ہے کہ وہ مسلمان حکام کی اطاعت اور تعظیم کرے' ان کے ساتھ مل کر جہاد کرے' ان کے پیچھے نماز پڑھے اور ان سے بغاوت کرنا حرام ہے۔ اس لیے مسلمان مذکورہ بالا حضرات کے متعلق خاص آداب کا خیال رکھتا ہے۔

صحابہ کرام اور اہل بیتِ عظام کے متعلق مسلمان کا فرض ہے کہ:

① ان سے محبت رکھے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے اور رسول اللہ ﷺ کے پیارے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں بیان فرمایا ہے کہ وہ ان سے محبت رکھتا ہے اور وہ اس سے محبت رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ ....فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۡ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ۭ ﴾ (المائدۃ: ۵۴)

"....تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو لے آئے گا جن سے وہ محبت کرے گا اور وہ اس سے محبت کریں گے۔ وہ مؤمنوں پر نرمی کرنے والے اور کافروں پر سختی کرنے والے ہوں گے' اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔"

ایک مقام پر ان کی خوبی اس طرح بیان فرمائی:

﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ.... ﴾ (الفتح: ۲۹)

"محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر بہت سخت اور آپس میں رحم کرنے والے ہیں..."

جنابِ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِيْ اَصْحَابِيْ ' لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا بَعْدِيْ ' فَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّيْ اَحَبَّهُمْ ' وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِيْ اَبْغَضَهُمْ ' وَمَنْ آذَاهُمْ فَقَدْ آذَانِيْ ' وَمَنْ آذَانِيْ فَقَدْ آذَى اللّٰهَ ' وَمَنْ آذَى اللّٰهَ يُوْشِكُ اَنْ يَّاْخُذَهُ)) (1)

"میرے صحابہؓ سے متعلق اللہ سے ڈرنا۔ میرے بعد انہیں نشانہ مت بنالینا۔ جس نے ان سے محبت کی' اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی' اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے میری دشمنی کی وجہ سے ان سے بغض رکھا۔ جس نے انہیں دکھ پہنچایا اس نے مجھے دکھ پہنچایا' اور جس نے مجھے دکھ پہنچایا اس نے اللہ کو دکھ پہنچایا' اور جس نے اللہ کو دکھ پہنچایا تو اللہ اسے پکڑ لے گا۔"

(۲) ان کے متعلق یہ ایمان رکھے کہ وہ باقی تمام مؤمنوں اور مسلمانوں سے افضل ہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○ ﴾

(التوبۃ: ۱۰۰)

"مہاجرین اور انصار میں سے سبقت لے جانے والے پہلے لوگ' اور جنہوں نے اچھے طریقے سے ان کی پیروی کی' اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اس سے راضی ہوگئے' اس نے ان کے لیے بہشت تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں' وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے' یہی عظیم کامیابی ہے۔"

اور جنابِ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِيْ ' فَاِنَّ اَحَدَكُمْ لَوْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيْفَهُ)) (2)

"میرے صحابہؓ کو بُرا مت کہو' تم میں سے اگر کوئی شخص اُحد پہاڑ کے برابر سونا بھی خرچ کردے۔ تو ان کے ایک مُد بلکہ آدھے مُد کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔"

(۳) یہ یقین رکھے کہ جنابِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مقام تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تمام

بعد میں آنے والے مسلمانوں سے مطلقاً بلند ہے۔ افضلیت میں آں جناب کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا درجہ ہے' پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا' پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ ۔ اس کی دلیل جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے :

((لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ اُمَّتِيْ خَلِيْلاً لاَ تَّخَذْتُ اَبَا بَكْرٍ' وَلٰكِنْ اَخِيْ وَصَاحِبِيْ)) (۳)

"اگر میں اپنی اُمّت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا۔ لیکن وہ میرا بھائی اور دوست ہے۔"

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں :

كُنَّا فِيْ زَمَنِ النَّبِيِّ ﷺ لاَ نَعْدِلُ بِاَبِيْ بَكْرٍ اَحَدًا' ثُمَّ عُمَرَ' ثُمَّ عُثْمَانَ' ثُمَّ نَتْرُكُ اَصْحَابَ النَّبِيِّ ﷺ لاَ نُفَاضِلُ بَيْنَهُمْ (۴)

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم کسی کو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے برابر نہیں ٹھہراتے تھے' پھر عمرؓ کو' پھر عثمانؓ کو۔ پھر ہم اصحابِ رسولؐ کو چھوڑ دیا کرتے تھے' ان کے مابین درجات مقرر نہیں کرتے تھے"۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے :

خَيْرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا اَبُوْبَكْرٍ' ثُمَّ عُمَرُ' وَلَوْ شِئْتُ لَسَمَّيْتُ الثَّالِثَ - يَعْنِيْ عُثْمَانَ - (رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ) (۵)

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس اُمت کے بہترین فرد ابوبکر ہیں' اُن کے بعد عمر' اور اگر میں چاہوں تو تیسرے (یعنی عثمان) کا نام بھی لے دوں (رضی اللہ عنہم)"

(۴) ان کی خوبیوں اور مناقب کا اعتراف کرے۔ مثلاً جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم احد پہاڑ پر تھے' اچانک پہاڑ ہلنے لگا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

((اُسْكُنْ اُحُدُ اِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَصِدِّيْقٌ وَشَهِيْدَانِ)) (۶)

"احد! ٹھہر جا' تجھ پر ایک نبی' ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔"

اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا :

((اَمَا تَرْضٰى اَنْ تَكُوْنَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى؟)) (۷)

"کیا تو اس بات سے خوش نہیں کہ مجھ سے تیرا وہ تعلق ہو جو موسیٰ علیہ السلام سے ہارون

علیہ السلام کا تھا؟"

اور ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

((فاطِمَةُ سَيِّدَةُ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ)) (٨)

"فاطمہ اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہے۔"

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے متعلق آنحضور ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًّا وَحَوَارِيِّي الزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ)) (٩)

"ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے اور میرا حواری زبیر بن عوام ہے۔"

اور آپ ﷺ نے جناب حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے متعلق ارشاد فرمایا:

((اَللّٰهُمَّ اَحِبَّهُمَا فَاِنِّيْ اُحِبُّهُمَا)) (١٠)

"اے اللہ! میں ان سے محبت رکھتا ہوں' تو بھی ان سے محبت رکھ۔"

جناب عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے لیے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ رَجُلٌ صَالِحٌ)) (١١)

"عبد اللہ نیک آدمی ہے۔"

جنابِ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا:

((اَنْتَ اَخُوْنَا وَمَوْلاَنَا)) (١٢)

"تو ہمارا بھائی اور ہمارا دوست ہے۔"

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

((اَشْبَهْتَ خَلْقِيْ وَخُلُقِيْ)) (١٣)

"تو ظاہری شکل میں بھی مجھ سے مشابہ ہے اور اخلاق میں بھی۔"

حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ سے ارشاد ہوا:

((سَمِعْتُ دَفَّ نَعْلَيْكَ بَيْنَ يَدَيَّ فِي الْجَنَّةِ)) (١٤)

"میں نے جنت میں اپنے آگے آگے تیرے جوتوں کی آواز سنی۔"

سالم مولیٰ ابی حذیفہ' عبد اللہ بن مسعود' اُبی بن کعب اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم کے بارے میں ارشاد فرمایا:

((اِسْتَقْرِءُوا الْقُرْآنَ مِنْ اَرْبَعَةٍ: مِنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَسَالِمٍ

مَوْلٰی حُذَیْفَةَ وَاُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ وَمُعَاذِ ابْنِ جَبَلٍ)) (۱۵)
"قرآن چار آدمیوں سے پڑھو: عبداللہ بن مسعود سے، سالم مولیٰ ابی حذیفہ سے، اُبی بن کعب سے اور معاذ بن جبل سے۔"

حضرت اُم المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقام یوں بیان فرمایا:

((فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَی النِّسَاءِ کَفَضْلِ الثَّرِیْدِ عَلٰی سَائِرِ الطَّعَامِ)) (۱۶)
"عائشہ (رضی اللہ عنہا) دوسری عورتوں سے اس طرح افضل ہے جس طرح ثرید دوسرے کھانوں سے افضل ہوتا ہے۔"

انصار کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد موجود ہے:

((لَوْ اَنَّ الْاَنْصَارَ سَلَکُوْا وَادِیًا اَوْ شِعْبًا لَسَلَکْتُ فِیْ وَادِی الْاَنْصَارِ، وَلَوْلَا الْهِجْرَةُ لَکُنْتُ امْرَءً مِنَ الْاَنْصَارِ)) (۱۷)
"اگر انصار کسی ایک وادی یا گھاٹی کا راستہ اختیار کریں (اور دوسرے لوگ دوسری وادی میں چلیں) تو میں انصار کی وادی میں چلوں گا، اور اگر ہجرت نہ ہونا ہوتی تو میں انصار کا ایک فرد ہوتا۔"

نیز فرمایا:

((اَلْاَنْصَارُ لَا یُحِبُّهُمْ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا یُبْغِضُهُمْ اِلَّا مُنَافِقٌ، فَمَنْ اَحَبَّهُمْ اَحَبَّهُ اللّٰهُ، وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ اَبْغَضَهُ اللّٰهُ)) (۱۸)
"انصار سے محبت ایک مؤمن ہی رکھ سکتا ہے اور ان سے کوئی منافق ہی بغض رکھ سکتا ہے، جو ان سے محبت رکھے گا اللہ اس سے محبت رکھے گا، اور جو ان سے بغض رکھے گا اللہ اس سے بغض رکھے گا۔"

سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا:

((اِهْتَزَّ الْعَرْشُ لِمَوْتِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ)) (۱۹)
"سعد بن معاذ کی موت سے عرشِ الٰہی بھی جھوم اٹھا۔"

حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کا شرف اُس وقت ظاہر ہوا جب ایک اندھیری رات میں وہ ایک اور صحابی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کاشانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر تھے۔ جب دونوں حضرات (مجلس برخاست ہونے پر) ... باہر نکلے تو ان کے سامنے ایک روشنی ظاہر ہو گئی، اور وہ

اس روشنی میں چلتے رہے' اور جب ان کے راستے الگ ہوئے تو دونوں کے ساتھ الگ الگ روشنی ہو گئی۔[20]

ایک بار آنحضرت ﷺ نے اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ((اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِیْ اَنْ اَقْرَءَ عَلَيْكَ لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا)) یعنی "اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں سورۃ لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا پڑھ کر سناؤں"۔ انہوں نے عرض کیا: "حضور ﷺ! اللہ نے میرا نام لیا ہے؟" ارشاد ہوا: "ہاں" حضرت اُبی خوشی کی شدت سے آبدیدہ ہو گئے۔[21]

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے ((سَيْفٌ مِنْ سُيُوْفِ اللّٰهِ مَسْلُوْلٌ)) "اللہ کی ایک سونتی ہوئی تلوار" کا نام دیا۔[22]

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں ارشادِ گرامی ہے کہ:

((اِنَّ ابْنِیْ هٰذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يُّصْلِحَ بِهٖ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيْمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ))[23]

"میرا یہ بیٹا سردار ہے' اور اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرا دے گا۔"

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے متعلق ارشادِ نبویؐ ہے:

((لِكُلِّ اُمَّةٍ اَمِيْنٌ وَاِنَّ اَمِيْنَنَا اَيَّتُهَا الْاُمَّةُ اَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ))[24]

"ہر اُمت کا ایک امین ہوتا ہے اور ہمارا یعنی اس اُمت کا امین ابو عبیدہ بن جراح ہے۔"

اللہ تعالیٰ ان سب مقدس حضرات سے راضی ہو جائے اور ان پر بے شمار رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین!

⑤ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بشری کمزوریوں اور کوتاہیوں کا ذکر نہ کرے' ان میں جو اختلافات پیدا ہو گئے تھے ان کے متعلق اپنی زبان بند رکھے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ))[25]

"میرے صحابہ کو بُرا مت کہو"

اور فرمایا:

((لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا بَعْدِیْ)) (۲۶)

"میرے بعد انہیں نشانہ نہ بنالینا۔"

نیز فرمایا:

((وَمَنْ آذَاهُمْ فَقَدْ آذَانِیْ ' وَمَنْ آذَانِیْ فَقَدْ آذَی اللّٰهَ' وَمَنْ آذَی اللّٰهَ یُوْشِكُ اَنْ یَّاْخُذَهٗ)) (۲۷)

"جس نے انہیں تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی' اور جس نے مجھے تکلیف دی' اس نے اللہ کو تکلیف دی اور جس نے اللہ کو تکلیف دی اللہ تعالیٰ اسے پکڑ لے گا۔"

(۶) جناب رسول اللہ ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے قابل احترام ہونے پر ایمان رکھے۔ یہ یقین رکھے کہ وہ پاکیزہ' بلند کردار اور پاک دامن تھیں۔ ان کا نام لیتے سنتے وقت رضی اللہ عنہا کہے۔ یہ ایمان رکھے کہ ان میں سب سے بلند مقام حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ﴾

(الاحزاب: ۶)

"نبی کا حق مؤمنوں پر ان کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ ہے اور نبی کی بیویاں مؤمنوں کی مائیں ہیں۔"

ائمہ دین یعنی علمائے قرآن اور محدثین و فقہاء کے متعلق ایک مسلمان کا طرز عمل یہ ہونا چاہئے کہ:

(۱) ان سے محبت رکھے' ان کے لیے رحمت و مغفرت کی دعا کرے' ان کے علم و فضل کا اعتراف کرے۔ کیونکہ مذکورہ بالا آیت ﴿ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ .... ﴾ (التوبۃ:۱۰۰) میں انہی حضرات کا ذکر ہے۔ یعنی "جنہوں نے سابقون الاولون مہاجرین و انصار کی پیروی اچھے طریقے سے کی' اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے خوش ہو گئے۔" جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

((خَیْرُكُمْ قَرْنِیْ ' ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ ' ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ)) (۲۸)

"تم میں سے بہترین لوگ میرے زمانے کے لوگ ہیں' پھر وہ جو ان سے متصل

ہیں' پھر وہ جو ان سے متصل ہیں"۔ (۲۹)

لہٰذا ان تینوں نسلوں کے علمائے قرآن و تفسیر و علمائے حدیث و فقہ ان عظیم حضرات میں شامل ہیں جن کے بہتر ہونے کی گواہی جنابِ رسول اللہ ﷺ نے دی ہے اور اللہ تعالیٰ نے فوت شدہ مؤمنین کے حق میں دعائے خیر کرنے والوں کی تعریف کی ہے جو کہتے ہیں:

﴿ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ ... ﴾

(الحشر : ۱۰)

"اے ہمارے مالک! ہمیں بھی بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان کے ساتھ چلے گئے ...."

لہٰذا تمام مؤمن مردوں اور عورتوں کے حق میں دعائے مغفرت کرنی چاہیئے۔

(۲) ان کا ذکر بھلائی سے کرے' ان کے کسی قول یا ان کی کسی رائے کو ان کا عیب بنا کر پیش نہ کرے' اور یہ حقیقت پیشِ نظر رکھے کہ ان حضرات نے اخلاص کے ساتھ اجتہاد کیا تھا۔ لہٰذا ان کا ذکر کرتے ہوئے ادب و احترام کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے۔ ان کی رائے کو بعد کے علماء' فقہاء' مفسرین اور محدثین کی رائے پر فوقیت دے۔ اِلاّ یہ کہ کسی مسئلہ میں ان کی رائے کے خلاف اللہ تعالیٰ کا' یا رسول اللہ ﷺ کا' یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قول موجود ہو۔

(۳) ائمہ اربعہ یعنی امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور امام ابو حنیفہ رحمہم اللہ نے جو دینی' شرعی اور فقہی مسائل لکھے ہیں یا فرمائے ہیں' یا ان مسائل میں ان کی جو رائے تھی' اس کی بنیاد قرآن و حدیث پر ہے۔ انہوں نے جو کچھ اخذ کیا ہے وہ انہی دونوں اساسی چیزوں (قرآن و حدیث) سے سمجھا اور استنباط کیا ہے' اور اگر کسی مسئلہ میں عبارۃ النص یا اشارہ نہیں ملا تو قرآن و حدیث سے ماخوذ مسائل پر ہی قیاس کیا ہے۔

(۴) یہ سمجھنا چاہیئے کہ ان اکابر علمائے کرام میں سے کسی نے جو دینی اور فقہی مسائل مدوّن کیے ہیں ان کو اختیار کرنا جائز ہے۔ ان پر عمل شریعت الٰہی پر عمل ہے' بشرطیکہ ان کے کسی قول کے خلاف قرآن یا حدیث کی صریح نص وارد نہ ہو۔ ایسی صورت میں کسی انسان کے قول کو لے کر اللہ کی اور اس کے رسول کی بات کو نہیں چھوڑا جا سکتا' خواہ وہ کتنی ہی عظیم شخصیت ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لاَ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ... ﴾

(الحُجرات : ۱)

"اے مؤمنو! اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) سے آگے نہ بڑھو ...."

اور فرمایا :

﴿ وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ ﴾

(الحشر : ۷)

"اور رسول تمہیں جو کچھ دے وہ لے لو' اور جس چیز سے منع کر دے اس سے رک جاؤ۔"

اور فرمایا :

﴿ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۚ ﴾ (الاحزاب : ۳۶)

"کسی مؤمن مرد یا عورت کو یہ حق حاصل نہیں کہ جب کسی معاملہ میں اللہ اور اس کا رسول کوئی فیصلہ فرمادے تو انہیں پھر بھی اپنے معاملہ میں اختیار رہے۔"

جنابِ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

((مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَيْسَ عَلَيْهِ اَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ)) [۳۰]

"جس نے کوئی عمل کیا جس پر ہمارا حکم وارد نہیں ہے وہ ناقابل قبول ہے۔"

اور فرمایا :

((لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهٖ)) [۳۱]

"کوئی شخص مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی پسند اور ناپسند میری لائی ہوئی (شریعت) کے تابع نہ ہو جائے۔"

⑤ یہ سمجھنا چاہیئے کہ ائمہ و علماء انسان ہیں' وہ صحیح بھی فرماتے ہیں اور ان سے غلطی بھی ہو جاتی ہے' ممکن ہے کسی مسئلہ میں کسی امام یا عالم کی رائے درست نہ ہو' وہ حضرات جان بوجھ کر تو یہ غلطی نہیں کر سکتے' البتہ بھول چوک' عدم توجہ یا کسی دلیل کا بروقت علم نہ ہونے کی وجہ سے ایسا ممکن ہے۔ ایسے موقع پر مسلمان کو چاہیئے کہ کسی ایک رائے کے متعلق تعصّب سے کام نہ لے' بلکہ ان میں سے کسی کی رائے کو بھی قبول کیا

جاسکتا ہے۔ ان کے قول کو صرف اسی وقت ردّ کیا جا سکتا ہے جب قرآن یا صحیح حدیث کے مخالف ہو۔

(٦) جن فروعی مسائل میں ائمہ کا اختلاف ہوا ہے اس میں انہیں معذور سمجھنا چاہیئے۔ ان کا اختلاف نہ جہالت کی وجہ سے تھا نہ اپنی رائے پر بلا دلیل اڑ جانے کی وجہ سے' بلکہ دوسری رائے رکھنے والے کو شاید حدیث نہ پہنچی ہو' یا اس نے اس حدیث کو منسوخ سمجھ کر چھوڑ دیا ہو' یا اسے اس کے مخالف دوسری حدیث پہنچی ہو اور اس کے نزدیک وہ راجح ہو' یا اس نے اس حدیث سے وہ بات سمجھی ہو جو فریق مخالف کے فہم سے مختلف ہے۔ کیونکہ ایک لفظ کا مفہوم سمجھنے میں اختلاف ممکن ہے اور ہر فریق اسے اپنے فہم کے مطابق لے سکتا ہے۔ مثلاً امام شافعیؒ کا موقف ہے کہ عورت کو ہاتھ سے چھونے پر مرد کا وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ انہوں نے قرآنِ مجید کے الفاظ : ﴿ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ .... ﴾ (المائدۃ : ٦) "یا تم نے عورتوں کو چھوا ہو" سے یہی مطلب سمجھا ہے۔ جبکہ دیگر حضرات ان سے اتفاق نہیں کرتے۔ وہ اس آیت میں چھونے سے مراد "جنسی عمل" سمجھتے ہیں' لہٰذا صرف ہاتھ سے چھونے پر وضو ٹوٹنے کا فتویٰ نہیں دیتے' بلکہ اس میں محض چھونے سے زائد کسی چیز کا وجود ضروری سمجھتے ہیں' مثلاً ارادتاً چھونا یا لطف اندوزی وغیرہ۔

ممکن ہے کوئی صاحب سوال کریں کہ امام شافعیؒ نے اپنی رائے چھوڑ کر دیگر ائمہ سے اتفاق کیوں نہیں کر لیا تاکہ اُمت سے اختلاف ختم ہو جائے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ایک عالم سے یہ کس طرح ممکن ہے کہ جب وہ اللہ کی کتاب سے ایک مسئلہ سمجھتا ہے اور اس پر مطمئن ہے' اسے اس فہم کی صحت میں کوئی شک نہیں' پھر محض کسی دوسرے امام کی رائے کی وجہ سے اسے چھوڑ دے؟ اس طرح تو وہ اللہ کا فرمان چھوڑ کر ایک انسان کے قول کی پیروی کرنے والا بن جائے گا اور یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں عظیم ترین گناہ ہے۔

ہاں' اگر صورت یہ ہو کہ اس نے نص سے جو مسئلہ سمجھا ہے کتاب و سنّت کی کوئی دوسری صریح نص اس کے خلاف ہے' تو پھر اس کے لیے ضروری ہے کہ نص کی ظاہری دلالت پر عمل کرے اور اس نے غیر صریح یا غیر ظاہر دلالت والی نص سے جو سمجھا ہے اسے چھوڑ دے' کیونکہ اگر اس لفظ کی دلالت اس مفہوم پر قطعی ہوتی تو اُمت کے عام افراد

بھی اس میں اختلاف نہ کر سکتے۔ چہ جائیکہ علمائے اُمت کا اس میں اختلاف ہو جانا۔

(اسلامی ریاست میں) مسلمانوں کے حکمرانوں سے متعلق عام مسلمانوں پر یہ فرائض عائد ہوتے ہیں:

① ان کی اطاعت کو ضروری سمجھے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ واُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ ﴾ (النساء: ٥٩)

"اے مؤمنو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو' اور جو تم میں سے حکمران ہیں۔"

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا' وَاِنْ تَاَمَّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ كَاَنَّ رَاْسَهُ زَبِيْبَةٌ)) (٣٢)

"سنو اور مانو' اگرچہ تم پر ایک حبشی غلام ہی امیر بن جائے جس کا سر منقے جیسا ہو۔"

نیز ارشاد فرمایا:

((مَنْ اَطَاعَنِيْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ' وَمَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ' وَمَنْ اَطَاعَ اَمِيْرِيْ فَقَدْ اَطَاعَنِيْ' وَمَنْ عَصَى اَمِيْرِيْ فَقَدْ عَصَانِيْ)) (٣٣)

"جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی' اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی' اور جس نے میرے (مقرر کردہ) امیر کی اطاعت کی' اس نے میری اطاعت کی' اور جس نے میرے (مقرر کردہ) امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔"

لیکن اگر حاکم ایسے کام کا حکم دیں جس میں اللہ کی نافرمانی پائی جاتی ہے تو پھر امیر کی اطاعت جائز نہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت امیر کی اطاعت سے مقدم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ .... ﴾ (الممتحنة: ١٢)

"اور وہ کسی اچھے کام میں آپ کی نافرمانی نہیں کریں گی۔"

اور رسول اللہ ﷺ نے بھی فرمایا ہے:

((اِنَّمَا الطَّاعَةُ فِی الْمَعْرُوْفِ)) (۳۴)

"اطاعت تو نیکی میں ہوتی ہے۔"

نیز فرمایا:

((لَاَ طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ)) (۳۵)

"خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔"

اور یہ بھی فرمایا :

((لَاَ طَاعَةَ فِیْ مَعْصِیَةِ اللّٰهِ))

"اللہ کی نافرمانی میں کوئی اطاعت جائز نہیں"۔

علاوہ ازیں آنحضرت ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے :

((السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَی الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِیْمَا اَحَبَّ وَکَرِهَ مَالَمْ یُؤْمَرْ بِمَعْصِیَةٍ' فَاِذَا اُمِرَ بِمَعْصِیَةٍ فَلَاَ سَمْعَ وَلَاَ طَاعَةَ)) (۳۶)

"مسلمان آدمی پر سمع و طاعت واجب ہے ہر اس کام میں جو اسے پسند ہو اور اس کام میں جو اسے ناپسند ہو جب تک اللہ کی نافرمانی کا حکم نہ دیا جائے' لیکن اگر اسے معصیت کا حکم دیا جائے پھر کوئی سمع و طاعت نہیں۔"

(۲) ان سے بغاوت اور کھلم کھلا حکم عدولی کو حرام سمجھے۔ کیونکہ اس سے مسلمان حکمران کی اطاعت ختم ہو کر خلفشار پھیلتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

((مَنْ کَرِهَ مِنْ اَمِیْرِهٖ شَیْئًا فَلْیَصْبِرْ ' فَاِنَّهٗ مَنْ خَرَجَ مِنَ السُّلْطَانِ شِبْرًا مَاتَ مِیْتَةً جَاهِلِیَّةً)) (۳۷)

"جو شخص اپنے امیر کی کسی بات کو ناپسند کرتا ہو تو صبر کرے' کیونکہ جو شخص سلطان (اسلامی حکومت) کی اطاعت سے ایک بالشت باہر نکلا وہ جاہلیت کی موت مرا۔"

اور ارشاد فرمایا :

((مَنْ اَهَانَ السُّلْطَانَ اَهَانَهُ اللّٰهُ)) (۳۸)

"جس نے سلطان کی توہین کی اس نے اللہ کی توہین کی۔"

(۳) اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ وہ انہیں سیدھے راستے پر قائم رکھے' نیکی کی توفیق

دے' برائی اور غلطی سے بچائے۔ کیونکہ حکمرانوں کے ہدایت پر ہونے میں اُمت کا بھلا ہے' اور حکمرانوں کی خرابی میں اُمت کا بگاڑ ہے۔ اس لیے ان کی گستاخی اور توہین کیے بغیر انہیں نصیحت کرے۔ ارشادِ نبویؐ ہے :

((اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ)) قُلْنَا : لِمَنْ؟ قَالَ : ((لِلّٰہِ وَلِکِتَابِہٖ وَلِرُسُلِہٖ وَلِاَئِمَّۃِ الْمُسْلِمِیْنَ وَعَامَّتِہِمْ))[۳۹]

"دین خیر خواہی ہے۔" (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں :) ہم نے کہا : کس کی خیر خواہی؟ ارشاد ہوا : "اللہ کی' اس کی کتاب کی' اس کے رسولوں کی (یعنی ان پر خلوص سے ایمان لانا)' مسلمانوں کے سربراہوں کی اور مسلمان عوام کی خیر خواہی۔"

(۴) ان کی قیادت میں دشمنوں سے جہاد کرے' ان کی امامت میں نماز ادا کرے' اگرچہ وہ فسق و فجور کے مرتکب ہوں' اگرچہ وہ ان حرام کاموں کا ارتکاب بھی کرتے ہوں جو کفر تک نہیں پہنچاتے۔ رسول اللہ ﷺ سے کسی نے برے حکمرانوں کی اطاعت کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا :

((اِسْمَعُوْا وَاَطِیْعُوْا' فَاِنَّمَا عَلَیْہِمْ مَا حُمِّلُوْا وَعَلَیْکُمْ مَا حُمِّلْتُمْ))[۴۰]

"سنو اور مانو' جو ذمہ داری ان پر ڈالی گئی ہے اس کی ادائیگی ان کے ذمہ ہے اور جو ذمہ داری تم پر ڈالی گئی ہے اس کی ادائیگی تمہارے ذمہ ہے۔"

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے فرمایا :

بَایَعْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی السَّمْعِ وَالطَّاعَۃِ فِیْ مَنْشَطِنَا وَمَکْرَہِنَا وَعُسْرِنَا وَیُسْرِنَا وَاَنْ لَّا نُنَازِعَ الْاَمْرَ اَہْلَہٗ' قَالَ : ((اِلَّا اَنْ تَرَوْا کُفْرًا بَوَاحًا عِنْدَکُمْ فِیْہِ مِنَ اللّٰہِ بُرْہَانٌ))[۴۱]

"ہم نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی ہے کہ سمع و طاعت پر کاربند رہیں گے' خواہ خوشی کی کیفیت ہو یا ناخوشی کی' خواہ ہم پر تنگی ہو یا آسانی' اور ہم اولوالامر سے ان کے معاملات میں کشمکش نہیں کریں گے"۔ حضور ﷺ نے (اس موقعہ پر) فرمایا : "اِلاّ یہ کہ تم کھلم کھلا کفر دیکھ لو' جس میں تمہارے پاس اللہ کی طرف سے (عدم اطاعت کے جواز کی) دلیل موجود ہو۔"

حواشی

(۱) سنن الترمذی' کتاب المناقب عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم' باب فیمن سبَّ اصحابَ النبی' ح ۳۸۶۲۔ قال ابو موسٰی: ھذا حدیث حسن غریب' لا نعرفہ الا من ھذا الوجہ۔

(۲) صحیح البخاری' کتاب المناقب' باب قول النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم: ((لَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِیْلًا)) و صحیح مسلم' کتاب فضائل الصحابۃ' باب تحریم سبِّ الصحابۃِ' ح ۲۵۴۰۔ و دیگر کتب حدیث

(۳) صحیح البخاری' حوالہ سابقہ' و صحیح مسلم' کتاب فضائل الصحابۃ' باب من فضائل ابی بکر الصدیق

(۴) صحیح البخاری' کتاب المناقب' باب مناقب عثمان بن عفان

فاضل مؤلف نے یہاں صحیح بخاری کے حوالے سے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا قول جن الفاظ میں درج کیا ہے وہ الفاظ ہمیں بخاری میں نہیں مل سکے۔ للذا یہاں بخاری کی روایت کے اصل الفاظ نقل کئے گئے ہیں۔ جبکہ فاضل مؤلف نے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا قول ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

کُنَّا نَقُوْلُ وَالنَّبِیُّ ﷺ حَیٌّ : اَبُوْبَکْرٍ' ثُمَّ عُمَرُ' ثُمَّ عُثْمَانُ' ثُمَّ عَلِیٌّ' فَبَلَغَ ذٰلِکَ النَّبِیَّ ﷺ فَلَمْ یُنْکِرْوْھَا

''ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں کہا کرتے تھے: (پہلے) ابوبکر' پھر عمر' پھر عثمان' پھر علی رضی اللہ عنہم۔ آنحضرت ﷺ کو اس کا علم ہوا لیکن حضور ﷺ نے اس کا انکار نہیں فرمایا۔''

نیز ملاحظہ ہو سنن الترمذی' کتاب المناقب عن رسول اللہ ﷺ' باب فی مناقب عثمان بن عفان' و سنن ابی داؤد' کتاب السنۃ' باب فی التفضیل

(۵) فاضل مؤلف نے اس حدیث کو بھی بخاری کی روایت قرار دیا ہے' لیکن بخاری کی حدیث کے الفاظ درج ذیل ہیں:

عن محمد بن الحنفیۃ قال قلتُ لابی : اَیُّ النَّاسِ خَیْرٌ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ : اَبُوْبَکْرٍ' قُلْتُ : ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ : ثُمَّ عُمَرُ' وَخَشِیْتُ اَنْ یَقُوْلَ عُثْمَانُ ۔ قُلْتُ : ثُمَّ اَنْتَ؟ قَالَ : مَا اَنَا اِلاَّ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ (صحیح البخاری' کتاب المناقب' باب قول النبی ﷺ : ((لَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِیْلًا))

''محمد بن حنفیہؒ سے روایت ہے' وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے اباجان (حضرت علیؓ) سے دریافت

کیا: رسول اللہ ﷺ کے بعد لوگوں میں سب سے بہتر کون ہے؟" آپؓ نے کہا: ابو بکرؓ۔ میں نے پوچھا: پھر کون؟ کہنے لگے: عمرؓ۔ اور میں بھانپ گیا کہ اب کہیں گے: عثمانؓ۔ میں نے کہا: پھر آپ؟۔ فرمایا: "میں تو بس مسلمانوں میں سے ایک عام آدمی ہی ہوں"۔

(۶) صحیح البخاری' کتاب المناقب' باب مناقب عثمان بن عفان ابی عمرو القرشی۔ و دیگر کتب حدیث۔ الفاظ قدرے مختلف ہیں۔

(۷) صحیح البخاری' کتاب المناقب' باب مناقب علی بن ابی طالب۔ و صحیح مسلم' کتاب فضائل الصحابة' باب من فضائل علی بن ابی طالب۔

(۸) صحیح البخاری' کتاب المناقب' باب مناقب قرابة رسول اللّٰہ ﷺ ومنقبة فاطمة بنت النبی ﷺ

(۹) مسند احمد' ح ۸۱۵

(۱۰) صحیح البخاری' کتاب المناقب' باب مناقب الحسن والحسین۔ وسنن الترمذی' کتاب المناقب عن رسول اللّٰہ ﷺ' باب مناقب الحسن والحسین

(۱۱) صحیح البخاری' کتاب المناقب' باب مناقب عبد اللّٰہ بن عمر بن الخطاب

(۱۲) صحیح البخاری' کتاب الصلح' باب کیف یکتب ھذا ما صالح ....

(۱۳) حوالہ سابقہ

(۱۴) صحیح البخاری' کتاب المناقب' باب مناقب بلال بن رباح۔ و صحیح مسلم' کتاب فضائل الصحابة' باب من فضائل بلال

(۱۵) صحیح البخاری' کتاب المناقب' باب مناقب سالم مولٰی ابی حذیفہ

(۱۶) صحیح البخاری' کتاب المناقب' باب فضل عائشة

(۱۷) صحیح البخاری' کتاب المناقب' باب قول النبی ﷺ لو لا الھجرة لکنت امرءا من الانصار

(۱۸) صحیح البخاری' کتاب المناقب' باب حب الانصار

(۱۹) صحیح البخاری' کتاب المناقب' باب مناقب سعد بن معاذ

(۲۰) صحیح البخاری' کتاب المناقب' باب منقبة اُسید بن حضیر و عباد بن بشر

(۲۱) صحیح البخاری' کتاب المناقب' باب مناقب اُبی بن کعب

(۲۲) صحیح البخاری' کتاب المناقب' باب مناقب خالد بن الولید

(۲۳) صحیح البخاری' کتاب المناقب' باب علامات النبوة فی الاسلام

(۲۴) صحیح البخاری' کتاب المناقب' باب مناقب ابی عبیدة بن الجراح' و صحیح مسلم' کتاب فضائل الصحابة

(۲۵) صحیح البخاری' کتاب المناقب' باب قول النبی ﷺ : ((لَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِیْلاً))

(۲۶) ملاحظہ ہو حاشیہ (ا)

(۲۷) حوالہ سابقہ

(۲۸) "قَرْنِیْ" —— قرن سے مراد ہم عصر یا ایک زمانہ کے لوگ' ایک نسل (Generation)

(۲۹) صحیح البخاری' کتاب الشھادات' باب لا یشھد علی شھادۃ الجور اذا اشھد وصحیح مسلم' کتاب فضائل الصحابۃ' باب فضل الصحابۃ ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم

(۳۰) صحیح البخاری' کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ' باب اذا اجتھد العامل او الحاکم فاخطا .... و صحیح مسلم' کتاب الاقضیۃ' باب نقض الاحکام الباطلۃ وردمحدثات الامور

(۳۱) اسے امام نوویؒ نے روایت کیا ہے اور حسن صحیح قرار دیا ہے' لیکن ابن رجب نے اربعین نووی کی شرح میں اسے ضعیف کہا ہے۔

(۳۲) کتب حدیث میں یہ حدیث "وَاِنْ تَاَمَّرَ عَلَیْکُمْ" کے بجائے "وَاِنِ اسْتُعْمِلَ عَلَیْکُمْ" (اگرچہ تم پر مقرر کر دیا جائے) کے الفاظ کے ساتھ آئی ہے۔ ملاحظہ ہو صحیح البخاری' کتاب الاحکام' باب السمع والطاعۃ للامام مالم تکن معصیۃ و سنن ابن ماجہ' کتاب الجھاد' باب اطاعۃ الامام و مسند احمد ح ۱۱۷۱۶

(۳۳) صحیح البخاری' کتاب الاحکام' باب قول اللّٰہ تعالیٰ : ﴿ وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ ﴾

(۳۴) صحیح البخاری' کتاب المغازی و کتاب الاحکام' باب السمع والطاعۃ للامام مالم تکن معصیۃ۔ و صحیح مسلم' کتاب الامارۃ' باب وجوب طاعۃ الامراء فی غیر معصیۃ وتحریمھا فی المعصیۃ

(۳۵) امام ترمذی نے مذکورہ بالا الفاظ سے کتاب الجہاد کے ایک باب کو معنون کیا ہے' لیکن اس باب میں شامل کسی حدیث کے یہ الفاظ نہیں ہیں۔ مسند احمد میں وارد حدیث کے الفاظ یہ ہیں :
((لَاطَاعَۃَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَۃِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ)) ح ۱۰۹۸و۳۸۷۹

(۳۶) صحیح البخاری' کتاب الاحکام' باب السمع والطاعۃ للامام مالم تکن معصیۃ و صحیح مسلم' کتاب الامارۃ' باب وجوب طاعۃ الامراء فی غیر معصیۃ وتحریمھا فی المعصیۃ

(۳۷) صحیح البخاری' کتاب الفتن' باب قول النبی ﷺ : ((سَتَرَوْنَ بَعْدِیْ اُمُوْرًا

تُنْكِرُوْنَهَا)) و صحيح مسلم' كتاب الامارة' باب وجوب ملازمة جماعه المسلمين عند ظهور الفتن

(۳۸) سنن الترمذی' کتاب الفتن' باب ما جاء فی الخلفاء' ح ۲۲۲۴۔ الفاظ قدرے مختلف ہیں۔

(۳۹) صحیح مسلم' کتاب الایمان' باب بیان ان الدین النصیحة' ح ۵۵

(۴۰) صحیح مسلم' کتاب الامارة' باب فی طاعة الامراء وان منعوا الحقوق' ح ۱۸۴۶۔ و سنن الترمذی' کتاب الفتن عن رسول اللہ ﷺ' باب ما جاء ستکون فتن کقطع اللیل المظلم' ح ۲۱۹۹

(۴۱) صحیح البخاری' کتاب الفتن' باب قول النبی ﷺ : ((سَتَرَوْنَ بَعْدِیْ اُمُوْرًا تُنْكِرُوْنَهَا)) ح ۷۰۵۲۔ و صحیح مسلم' کتاب الامارة' باب وجوب طاعة الامراء وتحریمها فی المعصية' ح ۱۷۰۹

فہمِ قرآن میں اضافے کے لیے فنی کتاب "قواعدِ زبان قرآن" کا مطالعہ کیجیے۔

1	قواعدِ زبانِ قرآن ۔ دوسرا ایڈیشن	خلیل الرحمٰن چشتی	250 روپے
2	درسِ قرآن کی تیاری کیسے کی جائے؟	خلیل الرحمٰن چشتی	15 روپے
3	حدیث کی اہمیت و ضرورت	خلیل الرحمٰن چشتی	35 روپے
4	نصاب برائے حفظ		30 روپے
5	تزکیۂ نفس		25 روپے
6	توحید اور شرک	محمد خان منہاس	15 روپے
7	رسالت	محمد خان منہاس	15 روپے
8	آخرت کا تصور	محمد خان منہاس	15 روپے
9	نماز	محمد خان منہاس	15 روپے
10	انفاق فی سبیل اللہ		15 روپے
11	مؤثر ابلاغ	محمد خان منہاس	10 روپے

گیارہ (11) کتابوں کے مکمل سیٹ کی قیمت مع ڈاک خرچ -/470 روپے ہے۔
کتابیں وی۔پی نہیں کی جائیں گی۔ منی آرڈر یا ڈرافٹ کا پہلے آنا لازمی ہے۔

الفوز اکیڈمی ، اسلام آباد	317, Street 16, F-10/2, Islamabad
Fax : 051- 22 54 139	Tel. : 051- 22 51 933

یاد رفتگاں

خوش درخشید ولے شعلہ مستعجل بود!

تحریر: نعیم اختر عدنان

اکیڈمی آف لیٹرز کی جانب سے صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی مرحوم کی یاد میں منعقدہ تعزیتی ریفرنس میں شرکت میرے لئے ایک بہت بڑی سعادت اور اعزاز کی بات ہے کہ مجھے آج اپنے دوست اور رہنما کو خراج عقیدت پیش کرنے کی سعادت ایک ایسی محفل میں حاصل ہو رہی ہے جس میں شریک اصحاب علم و دانش پر پوری قوم کو بجا طور پر ناز ہے۔ صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی سے میرا ربط وضبط گزشتہ ۱۵ سال کے عرصہ پر محیط ہے۔ انہیں اگر اقبال کا مرد مومن اور قرآن کا انسان مطلوب قرار دیا جائے تو اسے مبالغہ آرائی پر قیاس کرنا درست نہ ہوگا۔ وہ ایسے مرد درویش تھے جن کی نگاہ میں مومنانہ فراست کا جمال اور کردار میں شان سکندری کا جلال جلوہ گر نظر آتا ہے۔ علماء کی سی وضع قطع اور شکل وشباہت رکھنے کے باوجود وہ اس طبقہ کی روایتی کمزوریوں اور عمومی خامیوں سے مبرا تھے۔ انہیں قادر مطلق نے افکار کے اظہار کے لئے بہترین اسلوب بیان سے نواز رکھا تھا۔ وہ اپنے انداز تحریر اور طرز گفتگو کے حوالے سے اس شعر کا مرقع تھے۔

عطا ایسا بیاں "تجھ کو" ہوا رنگیں بیانوں میں
کہ بام عرش کے طائر ہیں "تیرے" ہم زبانوں میں

صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی نے سیاست زمانہ کے نبض شناس ہونے کے باوجود کوچہ سیاست کے شام وسحر سے الگ تھلگ رہ کر اپنے دانشورانہ وقار کو برقرار رکھا۔ گیلانی صاحب ایسے صاحب قلم ادیب اور دانشور تھے جن کی زبان وقلم نے کبھی بھول کر بھی کسی کی دل آزاری کا جرم نہیں کیا لیکن اس کے باوجود وہ وہی کچھ کہتے تھے جو ان کے دل میں ہوتا تھا وہ قول وفعل کے تضاد سے کوسوں دور تھے چنانچہ ایک جانب انہوں نے یہ روش اپنا رکھی تھی کہ۔

میری زبان قلم سے کسی کا دل نہ دکھے
کسی سے شکوہ نہ ہو زیر آسماں مجھ کو

اور دوسری جانب وہ اس اصول پر بھی پوری طرح کاربند رہتے تھے۔

ہزار خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق
یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی نے اپنی چند روزہ متاعِ زیست کے ماہ و سال اسلام کے آفاقی اور جاوداں ضابطہ حیات کو فروغ دینے میں بسر کئے چنانچہ اسلام کی حقانیت و صداقت کے اظہار اور امت مسلمہ کی سربلندی کے اعلیٰ ترین اور مقدس نصب العین کے لئے سرگرم عمل مجاہدوں کی فہرست میں صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی کا نام جلی حروف میں اس شان سے لکھا ہوا ملے گا کہ

مرنے والے مرتے ہیں لیکن فنا ہوتے نہیں
یہ حقیقت میں کبھی ہم سے جدا ہوتے نہیں!

صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی روشن خیال اور صاحب بصیرت دانشور تھے، مگر اس کے باوجود وہ پیغمبر انسانیت ﷺ کی ذات سے عقیدت و محبت میں کسی اگر مگر اور چونکہ چنانچہ کے قائل نہ تھے۔ میلادالنبی ﷺ کے جلسے ہوں یا سیرت کی کانفرنسیں وہ اقبال کے اس شعر کے ذریعے اپنے مسلک عشق و محبت کا لازماً اظہار کرتے۔

یہ زائرین حریم مغرب ہزار رہبر بنیں ہمارے
ہمیں بھلا ان سے واسطہ کیا جو تجھ سے ناآشنا رہے ہیں

صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی مسلمانوں کی ترقی اور عروج کو مغربی دنیا کی اندھی تقلید سے مشروط نہیں کرتے تھے بلکہ ان کا مسلک علامہ اقبال سے مکمل طور پر ہم آہنگ تھا۔

عقل ہے تیری سپر عشق ہے شمشیر تری
مرے درویش خلافت ہے جہاں گیر تری!

صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی کا دل مسلمانوں کی اقتصادی زبوں حالی پر بھی خون کے آنسو روتا تھا۔ چنانچہ ایک موقع پر انہوں نے خود مجھ سے فرمایا ''کیا اسلامی حکومت بھی کسی دوسرے ملک کی مدد کی محتاج ہوتی ہے؟'' صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی کے نزدیک اسلامی حکومت درحقیقت فلاحی ریاست کا دوسرا نام ہے۔ لیکن اس کے باوجود وہ سمجھتے تھے کہ امت مسلمہ کا موجودہ زوال بے زری کا نتیجہ نہیں، بلکہ ان کے خیال میں دنیا میں عزت و بلندی حاصل کرنے کے لئے نان شعیر پر گزارا کر کے بھی مسلمان اپنی عظمت رفتہ کو بازیاب کر سکتے ہیں۔ چنانچہ ان کی نوک زبان پر علامہ اقبال کا یہ شعر اکثر اوقات آیا کرتا تھا۔

تری خاک میں ہے اگر شرر تو خیال فقر و غنا نہ کر
کہ جہاں میں نان شعیر پر ہے مدار قوت حیدری!

صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی اسلام کو ایک آفاقی' انقلابی اور حرکی نظام حیات سمجھتے تھے چنانچہ وہ طبقہ علماء کے روایتی جمود کی بجائے اجتہاد کے داعی اور ''سٹیٹس کو'' کی بجائے انقلاب کے علم بردار تھے۔ وہ زمانے کے بدلتے ہوئے تقاضوں سے بھی بخوبی آگاہ تھے۔ چنانچہ وہ اپنی تحریروں اور تقریروں کے آئینے میں ایک مثالی مرد مومن نظر آتے ہیں ان جیسی بلند پایہ شخصیات ہی کے لئے علامہ نے یہ شعر کہہ رکھا ہے۔

جو ہے پردوں میں پنہاں چشم بینا دیکھ لیتی ہے
زمانے کی طبیعت کا تقاضا دیکھ لیتی ہے!

صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی علماء دین' دینی جماعتوں کے قائدین اور دین اسلام سے وابستگی کا دم بھرنے والے نوجوانوں کو ہمیشہ ان الفاظ میں تلقین کرتے تھے۔

عقل کو تنقید سے فرصت نہیں
عشق پر اعمال کی بنیاد رکھ!

صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی کی وفات ہمارے لئے حسرت آیات کی حیثیت کی حامل ہے مگر اس صدمہ جان کاہ کے باوجود مجھے یقین کامل ہے کہ وہ

موت تجدید مذاق زندگی کا نام ہے
خواب کے پردے میں بیداری کا اک پیغام ہے!

کا مصداق تھے۔

صدر مجلس' معزز مقررین و محترم حاضرین! میں آخر میں اپنے ممدوح جناب سید خورشید گیلانی کے دعائیہ کلمات کہنا چاہتا ہوں۔ امید ہے آپ سب میرے ساتھ آمین کہہ کر اقبال کی اس مقبول دعا میں شامل ہو جائیں گے۔

مثل ایوان سحر مرقد فروزاں ہو ترا
نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو ترا!

۱۲ ربیع الاول کے مقدس و محترم دن اپنے آخری سفر پر روانہ ہونے والا یہ مرد درویش گوناگوں خوبیوں کا حامل تھا۔ بقول شاعر

زندگانی تھی تری مہتاب سے تابندہ تر
خوب تر تھا صبح کے تارے سے بھی تیرا سفر!

☆☆☆

افکار و آراء

جنرل پرویز مشرف کے نام ایک کھلا خط

محترم چیف ایگزیکٹو صاحب' السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ بات اب پوری طرح واضح ہو چکی ہے کہ آئندہ مالی اختیارات بیوروکریٹس سے لے کر منتخب ناظمین کے سپرد کر دیئے جائیں گے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ان ناظمین کی تربیت گزشتہ پچاس سالوں کے دوران حرام خور اور بدنامِ زمانہ سیاستدانوں کے معاشرہ میں نہیں ہوئی ہے؟ یا کیا پاکستان بننے کے بعد ان میں سے اکثر افراد کی پیدائش اس گندے سیاسی ماحول میں نہیں ہوئی ہے؟ یا کیا انہوں نے ناظم بننے کے لئے الیکشن پر اپنی بساط سے باہر رقم خرچ نہیں کی ہے؟ کیا انہوں نے اتنی رقم خرچ کر کے جنت کا ٹکٹ حاصل کرنا تھا؟ یا کیا ان میں سے اکثر پرانے سیاسی شاطروں کے قریبی رشتہ دار یا نمائندے نہیں ہیں؟

اس لئے اگر اب مالی اختیارات ناظمین کے حوالے کر دیئے گئے تو حرام خوری اور بددیانتی بالائی طبقہ سے اتر کر متوسط اور نچلے طبقہ کے اندر بھی پھیل جائے گی۔ اور اسی طرح قومی خزانہ لوٹنے کا زہر قوم کے تمام جسم میں سرایت کر جائے گا اور کرپشن کا گراف مزید اونچا ہو جائے گا۔

جناب چیف ایگزیکٹو صاحب! خدا کے لئے اپنے اقتدار کو طول دینے کی غرض سے قوم کو مزید کرپٹ نہ بنائیں' بلکہ پچھلے پچاس سالہ کرپشن کی سیاست بازی کا بتدریج ازالہ اگر نہیں کر سکتے تو اس کا امالہ تو کر لیں' تاکہ ایک وقت ایسا بھی آئے کہ لوگ پاک باز اور دیانت دار سیاسی رہنماؤں کے آگے جھولیاں پھیلایا کریں کہ خدارا آپ الیکشن کے لئے کھڑے ہو جائیں! ہم سب متفقہ طور پر آپ کو ووٹ دینے کا وعدہ کرتے ہیں۔ اور وہ انکار کیا کریں کہ یہ بہت بڑی ذمہ داری کا کام ہے۔ اگر ہم سے کوئی کوتاہی ہوئی تو روزِ محشر خدا کو کیا جواب دیں گے۔ اگر آپ کی حکومت صرف قومی سیاست کو کرپشن سے پاک کرنے کا یہ ایک ہی کام کر لے تو اس قوم پر بہت بڑا احسان ہوگا اور آپ کی حکومت فخر کے ساتھ یہ بات کہہ سکے گی کہ ع کارے کہ کردہ ایم ہمیں کار کردہ ایم!

جناب چیف ایگزیکٹو صاحب! اب قوم سیاسی طور پر بالغ ہو چکی ہے۔ اب وہ یہ بات جانتی ہے کہ فوجی حکومت کا ارادہ اپنے اقتدار کو طول دینا ہے یا کہ واقعی ملک سے کرپشن کا خاتمہ کرنا ہے۔ آپ اپنے عمل سے ثابت کیجئے کہ آپ کا ارادہ اپنے اقتدار کو حیلوں بہانوں سے طول دینا قطعاً نہیں' بلکہ آپ واقعی ملک کو کرپشن سے پاک وصاف کرنا چاہتے ہیں۔ اگر آپ قوم کو عملی طور پر یہ یقین دلائیں کہ ہم نے ملک سے کرپشن کو ختم کرنا ہے تو تمام قوم آپ کی پشتیبان ہوگی۔ پیشہ ور سیاسی رہنما لاکھ

چیخیں' پکاریں جلوس نکالیں' ہلڑ بازی کریں' کوئی بھی ان پر توجہ نہیں دے گا۔قوم ایسی جمہوریت پر تھوکتی ہے جس میں سیاسی لیڈروں کو صرف الیکشن کے وقت ملک کا غریب طبقہ یاد آ جاتا ہے اور پھر سنہری تختوں پر آرام سے بیٹھ کر ان کا خون چوستے ہیں۔ان ظالموں کو غریب شہریوں کی حالت زار پر ذرہ برابر رحم نہیں آتا۔

پاکستان بننے کے فوراً بعد بالائی طبقہ کو یہ پتہ تھا' بلکہ صرف یہ طبقہ اس کا متحمل ہو سکتا تھا کہ اسمبلیوں کے ممبر یا وزیر و مشیر بنیں اور خوب گلچھرے اڑائیں۔ان کی دیکھا دیکھی اب متوسط طبقہ کو بھی معلوم ہوا کہ یہ پیشہ تو سب پیشوں سے زیادہ نفع بخش ہے اور اس کے لئے اتنی تعلیم اور عقلمندی کی بھی ضرورت نہیں' صرف جیب میں پیسہ ہونا چاہئے' چاہے اوپر کا خانہ بالکل خالی ہو۔

اس لئے جناب چیف ایگزیکٹو صاحب! اگر آپ منتخب ناظمین کو پیسہ سے دور رکھیں اور ایسا بندوبست کر لیں کہ کوئی ناظم نہ خود حرام خوری کر سکے اور نہ کسی اور کو حرام خوری کرنے دے' اور اس کے ساتھ ساتھ ذرائع ابلاغ کے ذریعے تمام قوم کی بھی تربیت کی جاتی رہے کہ کچھ غیرت ایمانی سے کام لے کر آئندہ ووٹ صرف نیک اور دیانتدار لوگوں کو دیا کریں' تو ان شاء اللہ اس ناسور کا آہستہ آہستہ خاتمہ ہو جائے گا۔اگر یہ کام آپ اپنی نگرانی میں کرا لیں تو بہت بہتر ہوگا۔قوم کو آپ سے بڑی امیدیں وابستہ ہیں۔اگر آپ بھی ملک کو کرپشن کی غلاظت سے پاک نہ کر سکے تو پھر یہ بدنصیب قوم بے انتہا مایوس ہو جائے گی اور دانشور حساس گروہ کے لئے تو اس ملک میں زندگی گزارنا عذاب بن جائے گا۔محترم چیف ایگزیکٹو صاحب! آپ کو جانے کی اتنی جلدی کیوں ہے؟

کیا جلدی ہے تم کو گوری ساجن کے گھر جانے کی
سکھیوں کے سنگ ٹھہر ذرا کچھ باتیں ہیں سمجھانے کی!

آپ قوم کو اعتماد میں لیں۔خاص کر دینی جماعتوں کو یہ یقین دلائیں کہ آئندہ ملک میں خلفائے راشدینؓ جیسی خلافت کیلئے تگ و دو کی جائے گی' سودی نظام کو فوری طور پر ختم کیا جائے گا۔ملک میں درجہ بدرجہ شرعی قوانین نافذ کئے جائیں گے' تو قوم آپ کو نہیں جانے دے گی۔لیکن اگر آپ اپنی قوم کو چھوڑ کر امریکہ کو اپنا گنج بخش اور مشکل کشا بنائیں گے تو یہ بات یاد رکھیں کہ نہ آپ کو اپنی قوم چھوڑے گی اور نہ امریکہ کو آپ خوش کر سکیں گے۔پھر ایک امریکہ نہیں اس طرح کے سو امریکہ بھی آپ کو بھی نہیں بچا سکیں گے۔کیا شریف زادوں کا عبرت ناک انجام آپ نے نہیں دیکھا؟ ہوشیار آدمی تو وہ ہوتا ہے جو دوسروں کے تجربوں سے سبق حاصل کرے نہ کہ دوسروں کے لئے عبرت کا نمونہ بنے۔

آپ مصطفیٰ کمال اتاترک کا راگ الاپتے رہتے ہیں۔حیرت ہے کہ آپ شاہِ ایران سے سبق نہیں سیکھتے۔شاہ ایران بھی اتاترک کی نقالی کرتا تھا۔شاہ ایران کے ساتھ ایران کی فوج بھی تھی لیکن اپنی فوج نے بھی اس کا حکم ماننے سے انکار کر دیا۔اس بدنصیب کو دفن کے لئے اپنے ملک میں دو گز زمین بھی نہ ملی اور بڑے بے آبرو ہو کر اپنے ملک سے نکلے۔یہاں تک کہ اس کو دنیا کا کوئی ملک قبر کے

لئے دوگز زمین دینے کے لئے تیار نہ تھا۔آپ کی فوج کی بڑی اکثریت تو اللہ کے فضل وکرم سے بڑی دین دار اور نیک ہے۔وہ کیوں آپ کا ناجائز حکم مان کر اپنے بھائی بندوں پر گولیاں برسائے گی؟این جی اوز آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکیں گے۔بلکہ ان کو تو خود اپنی جانوں کے لالے پڑیں گے۔

محترم چیف ایگزیکٹو صاحب! خدارا ذرا سوچو تو! آپ کیوں مغربی جمہوریت کے اتنے دلدادہ ہیں۔جمہوریت کی تعریف ہے: Government of the people, for the people and by the people ہمارے ملک میں تقریباً ۹۰ فیصد لوگ غریب ہیں' تو پھر کیا ہمارے ہاں جمہوریت کی یہ تعریف درست ہے؟ Government of the poor, for the poor and by the poor کیا پچھلے پچاس سالوں کے دوران اس ملک پر غریب حکمران تھے؟ یا کیا آئندہ کبھی اس ملک پر غریبوں کی حکمرانی ہو جائے گی؟

اور کیا امریکہ میں واقعی جمہوریت ہے؟ امریکہ تو جمہوریت کے ابجد سے بھی واقف نہیں ہے۔امریکہ کے پچھلے صدارتی انتخابات میں کتنے گھپلے ہوئے۔ابھی تک انتخابات میں گھپلوں کی شکایتیں منظر عام پر آرہی ہیں۔

آپ نے عورتوں کے لئے ۳۳ فیصد نشستیں مختص کر دیں۔دنیا کے کون سے جمہوری ملک میں عورتوں کے لئے ۳۳ فیصد یا اس سے کم نشستیں مختص کر دی گئی ہیں؟ افسوس ہے کہ آپ نے مغرب سے متاثر ہو کر کبھی اس بات پر سوچنا بھی گوارا نہیں کیا کہ اسلام میں عورتوں پر کتنی بڑی ذمہ داری ڈالی گئی ہے بقول اقبال۔

بتولے باش و پنہاں شو ازیں عصر
کہ در آغوش شبیرے بگیری

مغربی ممالک میں جو تباہی پھیلی ہوئی ہے ان کو تو اس کا علاج نہیں سوجھتا۔وہ تو پاکستانی قوم کو بھی ذلیل کرنا چاہتے ہیں تاکہ اس قوم سے غیرت ایمانی اور جہاد کا جذبہ نکال دیا جائے اور یہ بھی ہماری طرح ذلیل وخوار ہو جائے۔

من جانب:
ابوالحبیب صافی
مردان

****

KT

KHALID TRADERS

NATIONAL DISTRIBUTORS NTN BEARINGS

IMPORTERS - INDENTORS - STOCKISTS &
SUPPLIERS OF WIDE VARIETY OF BEARINGS,
FROM SUPER - SMALL TO SUPER - LARGE

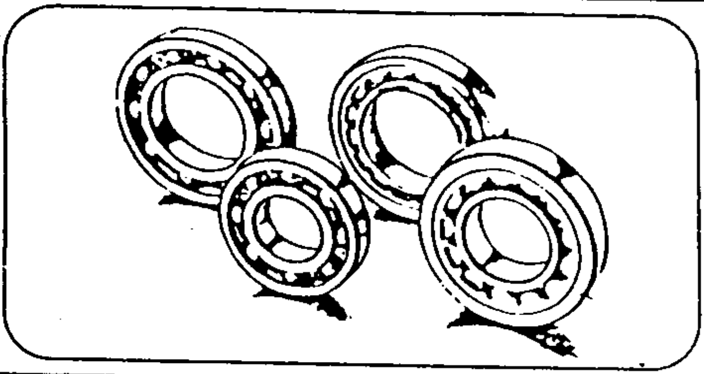

PLEASE CONTACT

Opp. K.M.C. Workshop, Nishtar Road, Karachi-74200, Pakistan
G.P.O. Box # 1178 ***Phones*** : 7732952 - 7730595 ***Fax*** : 7734776 - 7735803
E-mail : ktntn@poboxes.com

FOR AUTOMOTIVE BEARINGS : ***SIND BEARING AGENCY***, 64 A-65 Manzoor Square Noman St. Plaza Quarters Karachi-74400(Pakistan)
Tel : 7723358-7721172

LAHORE : 5 - Shahsawar Market, Rehaman Gali No. 4, 53-Nishtar Road, Lahore-54000, Pakistan. Phones 7639618,7639718,7639818, Fax: (42) : 763-9918

GUJRANWALA: 1-Haider Shopping Centre, Circular Road, Gujranwala Tel : 41790-210607

WE MOVE FAST TO KEEP YOU MOVING